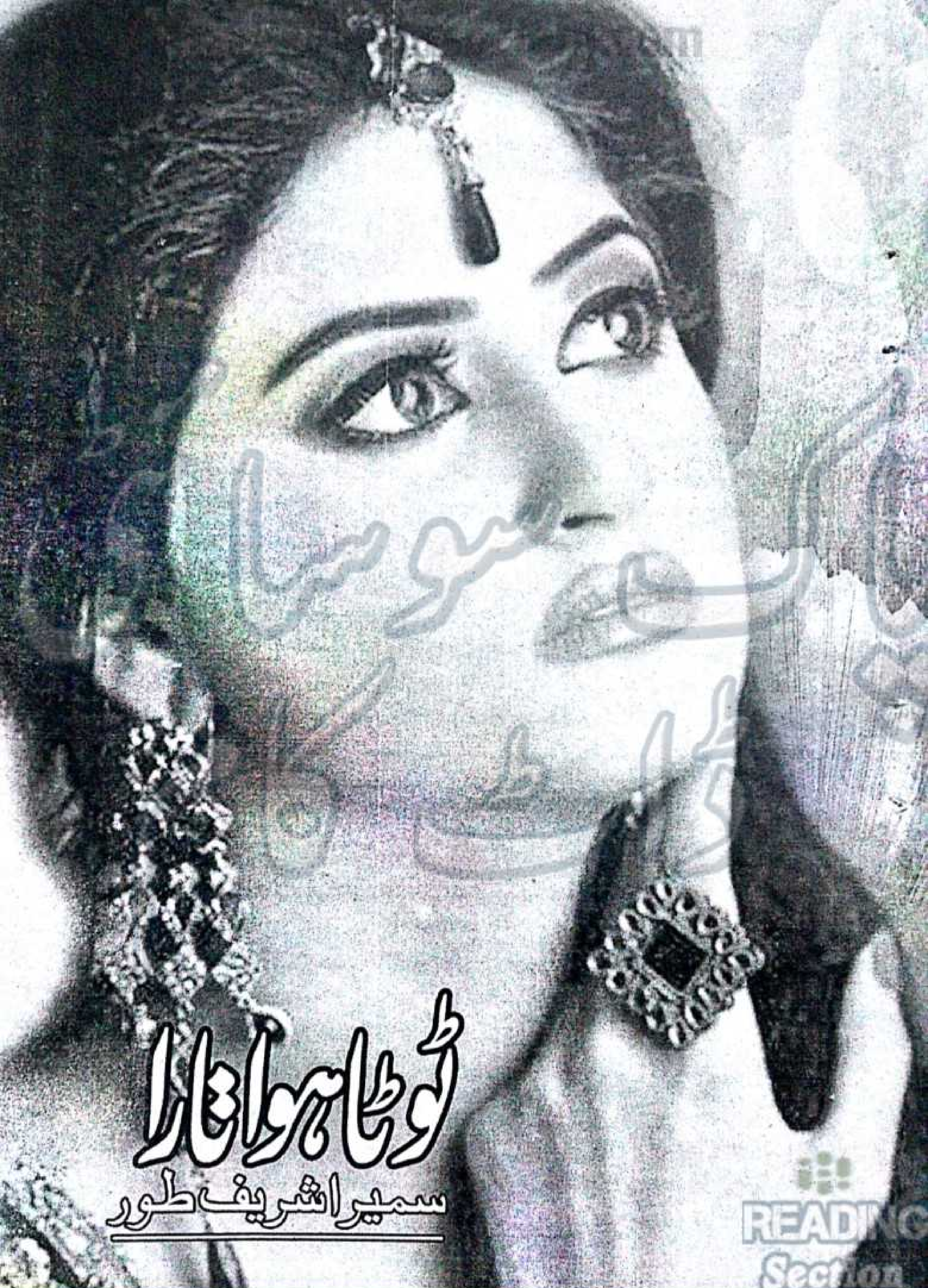


ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

شب ڈھل گئی تو یادوں کے مضراب بھی تھک گئے
جتنے بھی تھے نقوش تہہ آپ تھک گئے
تھی اس قدر عجیب مسافت کہ کچھ نہ پوچھ
آنکھیں ابھی سفر میں تھیں کہ خواب تھک گئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ہمایوں کے آدمی سکندر کو مار کر نہر میں پھینکنے کے بعد فرار ہو جاتے ہیں وہاں موجود چند لوگوں کی بدولت نہ صرف سکندر کی جان بچ جاتی ہے بلکہ وہ اسے اور رابعہ کو گاؤں کے مولوی صاحب کے پاس علاج کے لیے لے آتے ہیں۔ رابعہ کی ذمہ داری مولوی صاحب کی بیٹی ثریا سنبھال لیتی ہے، طویل عرصے کے علاج کے بعد سکندر ٹھیک ہو جاتا ہے اور مولوی صاحب کی زبانی یہ جان کر کہ اس کا گھر اور بیوی بچے سب ختم ہو گئے ہیں ایک بار پھر ٹوٹ جاتا ہے اپنی بیٹی کو دیکھ کر سکندر حیران ہوتا ہے اور پھر ہمایوں سے بدلہ لینے کی خاطر وہ شہر آتا ہے تو اس کے علم میں آتا ہے کہ وہ یہ ملک چھوڑ گیا ہے۔ سکندر دل برداشتہ ہو کر فیضان کے روپ میں امریکا چلا آجاتا ہے لیکن وہاں کی پولیس ضیاء اور وقار والے کیس میں اسے بھی حراست میں لے لیتی ہے جبکہ ضیاء اور وقار کا اسے کچھ پتا نہیں ہوتا۔ طویل عرصے کی محنت کے بعد وہ اپنے وطن واپس لوٹتا ہے لیکن مولوی صاحب اور رابعہ گاؤں سے شہر منتقل ہو جاتے ہیں۔ فیضان نے مولوی صاحب سے رابعہ کی بابت استفسار کرتا ہے جبکہ ثریا رابعہ کے حق سے دستبردار ہونے سے انکاری کر دیتی ہے دوسری طرف رابعہ بھی ثریا کو اپنی ماں سمجھنے لگتی ہے اور ولدیت کے کوائف میں بھی سہیل کے باپ کا نام درج ہوتا ہے۔ ایسے میں فیضان مولوی صاحب کی تمام ذمہ داریاں خود سنبھال لیتا ہے۔ جبکہ رابعہ بھی اسے فیضان ماموں کہہ کر ہی مخاطب کرتی ہے اور تمام حقیقت سے بے خبر ہوتی ہے۔ تابندہ بی کے روپ میں افشاں کو دیکھ کر صبوحی بیگم حیران رہ جاتی ہیں ماضی کے متعلق جان کر انہیں بے حد افسوس ہوتا ہے روشانے بھی اپنی ماں کی صورت میں انہیں دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہے تابندہ بی عیسیٰ اور ضیاء صاحب کے متعلق جاننا چاہتی ہیں ایسے میں صبوحی ان سب کو لانے کا وعدہ کرتی ہیں۔ صبوحی بیگم گھر پہنچ کر سب کو افشاں سے ملنے کا بتا کر حیران کر دیتی ہیں۔ ایسے میں ضیاء صاحب کی حالت بگڑنے لگتی ہے ماضی کے تمام دکھ ایک بار پھر سے سامنے آجاتے ہیں۔ جبکہ ولید اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ وہ ضیاء صاحب کی سگی اولاد نہیں لیکن ان کی محبتوں کے آگے وہ اس تلخ حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے اسے اپنے ماضی کے بہت سے تلخ حقائق آج بھی یاد ہوتے ہیں کہ کس طرح اس کا گھر جلایا گیا اور یہی وجہ تھی کہ پاکستان پہنچنے کے بعد وہ عبدالقیوم کی جانب ایک خاص مقصد کے تحت بڑھتا ہے۔ تابندہ بی بابا صاحب کے سامنے تمام حقیقت کا اعتراف کر لیتی ہیں کہ شہوار دراصل سکندر کی بیٹی اور ان کی پوتی ہے لیکن بابا صاحب کی دوسری شادی کے متعلق یہاں کسی کو علم نہ تھا لہٰذا تابندہ بی نے بھی مصلحت کے تحت اتنے برسوں سے خاموشی اختیار رکھتی ہیں۔ دوسری طرف بابا صاحب تابندہ بی سے عیسیٰ کی بابت استفسار کرتے ہیں اور صبوحی کے ہمراہ اپنے پوتے کو ولید کی صورت میں دیکھ کر شرمندگی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ دیگر گھر والوں کے لیے یہ سب باتیں نہایت حیران کن ہوتی ہیں لیکن مصطفیٰ بہت سی باتوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ ایاز کی بھیانک موت اہل خانہ اور دیگر لوگوں کے لیے باعث عبرت بن جاتی ہے ان کڑے حالات میں بھی عبدالقیوم فرار رہتا ہے جبکہ مصطفیٰ اور اس کے آدمیوں کی تلاش جاری رہتی ہے امجد خان کی زبانی مصطفیٰ یہ جان کر دنگ رہ جاتا ہے کہ ایاز کے ساتھ اس کے اپنے گھر کا فرد ملا ہوا ہے۔ شہوار ان تمام حالات سے بے خبر اپنے نقصان پر غم کرتی ہے ایسے میں مصطفیٰ اس کی

ڈھارس بندھاتا اسے زندگی کی نئی خوشیوں کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

﴿اب آگے پڑھیں﴾

بابا صاحب نے سب کو حقیقت بتادی تھی۔ ان کی ساری اولاد ماسوائے بڑے بیٹے کے ان کے پاس تھی' ان کا دوسرا بیٹا بھی آ گیا تھا انہوں نے سب کے سامنے اپنے برسوں پہلے اٹھائے گئے اقدام کا اقرار کرلیا تھا' سب گم صم اور حیرت زدہ تھے۔

''بابا صاحب! کاش آپ نے ہمیں یہ سب پہلے بتادیا ہوتا تو ہم خود اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھاتے۔ ہم سب آپ کی اولاد ہیں ہم اتنے تنگ نظر نہیں کہ ایک جیتے جاگتے وجود کی حقیقت سے منہ موڑ لیتے۔'' سب سے پہلے شاہزیب صاحب نے کہا' بابا صاحب کا سر ندامت سے جھک گیا تھا۔

''ماضی میں جو بھی ہوا ہو لیکن اب سوال دو انسانوں کی زندگی اور بقا کا ہے۔ بابا صاحب ہم سب کا فیصلہ ہے آپ ماضی پر پچھتانے کی بجائے اسے سدھار لیں۔ ہم سب شہوار اور اس کے بھائی کو خاندان کا فرد مانتے ہیں اسی طرح جس طرح مصطفیٰ یا عباس آپ کی نسل کہلاتے ہیں۔'' بہت سوچ کے بعد محسن نے بھی لب کشائی کی اور بابا صاحب رو پڑے۔

پھر دونوں بہنوں اور مہر النساء بیگم نے بھی تائید کی تو بابا صاحب کو لگا کہ جیسے وہ طویل عرصے بعد ایک بار پھر زندہ ہو گئے ہوں۔ ان کے بیٹے کو مرنے کے بعد ہی سہی اس کا جائز مقام مل گیا تھا۔ وہ اپنی اولاد کے ایک دم مشکور ہوئے تھے جنہوں نے کھلے دل کا مظاہرہ کرتے ان پر لعن طعن کرنے کی بجائے ان کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

اگلے دن شہوار گھر آ گئی تھی' وہ اب کافی بہتر محسوس کررہی تھی سبھی اس کا بھرپور خیال رکھ رہے تھے خصوصاً مصطفیٰ' دو تین دن ایسے ہی گزر گئے تھے۔ مصطفیٰ اس دن گھر لوٹا تو عجیب سی کیفیت میں تھا۔

''دریہ کہاں ہے؟'' مصطفیٰ کا انداز بہت عجیب سا تھا مہر النساء بیگم نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کیوں خیریت؟'' وہ زہرہ کے ساتھ کوئی بات کرتے پریشان ہوئیں۔

''وہ ہے کدھر؟'' مصطفیٰ نے پھر پوچھا۔ چہرے پر شدید غم و غصے کی کیفیت تھی۔

''اپنے کمرے میں ہے۔'' مصطفیٰ تیزی سے اس کے کمرے کی طرف بڑھا' زہرہ بھی حیران ہوئی تھیں۔ مہر النساء بیگم نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

''پتا نہیں کیا بات ہے؟''

''میں آتی ہوں ذرا۔'' وہ زہرہ کو کہہ کر خود بھی مصطفیٰ کے پیچھے لپکی۔ مصطفیٰ کمرے میں پہنچا تو دریہ بستر پر لیٹی کوئی میگزین دیکھ رہی تھی۔ مصطفیٰ کو آتے دیکھ کر ایک دم اٹھی۔

''تمہارا موبائل کہاں ہے؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا' دریہ ایک دم الجھی۔

''کیوں؟''

''زیادہ سوال و جواب کی ضرورت نہیں' جو کہہ رہا ہوں وہ بتاؤ۔'' وہ بہت غصے میں تھا۔ مہر النساء بیگم بھی کمرے میں آ گئیں تھیں۔

''کیا بات ہے مصطفیٰ؟'' مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے ماں کو دیکھا۔

کچھ دیر پہلے امجد خان نے اسے ایاز کے ساتھ ہونے والی کالز کی تمام تفصیلات فراہم کی تھیں اور اس کے بعد سے وہ سخت حیران اور پریشان تھا اور اس وقت غم و غصے سے اس کا برا حال تھا۔

''ماں کچھ مت پوچھیں یہ لڑکی کیا کچھ کر چکی ہے۔'' مصطفیٰ ایک دم پھٹا۔ مہر النساء بیگم نے حیران ہو کر اسے دیکھا' دریہ بھی اپنی جگہ چور سی بن گئی تھی۔ ایاز والے حادثے کے بعد تو وہ خاصی گم صم اور کمرہ نشین ہو گئی تھی۔ ایاز کی موت اور شہوار کے ساتھ ہونے والے حادثے پر بھی وہ خاموش رہی تھی بلکہ اپنا موبائل تک بند کیے وہ خود کو محفوظ کر چکی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ایاز کا ساتھ دے کر وہ کتنی بڑی اور سنگین غلطی کر چکی ہے۔

''کیا کیا ہے میں نے؟'' وہ بھی ایک دم غصے سے بولی' مہر النساء بیگم نے دونوں کو دیکھا۔

”مجھے بتاؤ مصطفیٰ کیا ہوا ہے میں بات کرتی ہوں۔“ انہوں نے دونوں کے درمیان آ کر کہا تو مصطفیٰ نے بہت تلخی سے دریہ کو دیکھا۔ تبھی زہرہ بیگم بھی وہیں چلی آئی تھیں ان کے ساتھ شاہ زیب بھی تھے جو آج خلاف معمول گھر پر ہی تھے۔

”کیا بات ہے مصطفیٰ! ہم سے کہو ہم دیکھتے ہیں؟“ شاہ زیب صاحب درمیان میں آئے۔

”بابا یہ ایاز کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس نے ایاز کے ساتھ مل کر شہوار کو کڈنیپ کروانے میں مدد کی۔“ دریہ کا رنگ ایک دم اڑا تھا' باقی لوگ بھی ساکت رہ گئے تھے۔ وہ تو اپنی طرف سے موبائل بند کر کے سمجھی تھی کہ وہ سب ثبوت ختم کر چکی ہے ایاز مر چکا ہے اور اس کے خلاف ہر ثبوت بھی ختم ہو چکا ہے۔

”جھوٹ بولتا ہے یہ؟“

”شٹ اپ۔“ مصطفیٰ نے ایک دم کھینچ کر اسے تھپڑ مارا۔ وہ لہرا کر بستر پر گری تھی۔

”مصطفیٰ......“ مہر النساء بیگم تو دہل گئی تھیں۔

”مصطفیٰ! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔“ زہرہ نے بھی کہنا چاہا جبکہ دریہ بستر پر گر کر سہم گئی تھی۔

”مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی' میرے پاس تمام ثبوت موجود ہیں یہ اس کے ایاز سے لنک تھے۔ موبائل پر رابطہ تھا اس کا اور اس نے سب کچھ پلاننگ کے ساتھ کیا بے شک امجد خان سے پوچھ لیں۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں اسے شوٹ کر دوں' اتنی گھٹیا لڑکی ہمارے خاندان کا حصہ ہے آئی ہیٹ ہر۔“ وہ چیخ رہا تھا۔ شاہ زیب صاحب بے یقین تھے۔ دریہ اپنی جگہ ساکت سی ہوگئی اس کے چہرے کا رنگ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔

”میں نے کچھ نہیں کیا۔“ وہ منمنائی۔

”بکواس نہیں کرو' میں تمہیں حوالات میں بند کر دوں گا۔ تم ایک کرمنل ہو اور میں تمہارا یہ جرم کبھی معاف کرنے والا نہیں اگر تم میری تایازاد نہ ہوتیں تو اب تک میری لیڈی پولیس تمہارا حشر نشر کر چکی ہوتی۔“ مصطفیٰ کے لب و لہجے میں کسی بھی قسم کی کوئی رعایت نہیں تھی۔ شاہ زیب صاحب نے ہاتھ اٹھا کر مصطفیٰ کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

”جو بھی بات ہے مجھے آرام و سکون سے بتاؤ میں دیکھتا ہوں کیا ہوا ہے؟“ مصطفیٰ نے کینہ توز نظروں سے دریہ کو دیکھا اور پھر اس نے اپنی پاکٹ میں رکھے ہوئے چند صفحات نکال کر شاہ زیب صاحب کو تھما دیئے اور ساتھ ساتھ تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔

دریہ سب کے سامنے یوں پول کھل جانے پر فق چہرہ لیے بہت خوف زدہ تھی اس کی ساری تیزی و طراری کہیں جا سوئی تھی۔ اسے اپنے دفاع کے لیے کوئی نقطہ نہ سوجھ رہا تھا' وہ بالکل گونگی ہوگئی تھی۔ مہر النساء بیگم اور زہرہ دونوں نے اسے بہت نفرت سے دیکھا تھا۔

”جو یہ کر چکی ہے دل تو چاہ رہا ہے کہ سیدھا اسے پولیس کے حوالے کر دوں بابا جان میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ اس نے ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہتے ایک بہت بڑا گیم کھیلا' میں اسے قطعی معاف نہیں کروں گا۔“ مصطفیٰ کا مارے ضبط کے برا حال تھا۔ شاہ زیب صاحب نے ہاتھ اٹھا کر مصطفیٰ کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔

”دل تو ہمارا بھی بہت دکھ رہا ہے کاش یہ بچی ہمارے خاندان کا حصہ نہ ہوتی۔ تم نے ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے لڑکی!“ شاہ زیب صاحب نے بہت دکھ سے دریہ کو دیکھا۔

”ہم تمہارے بارے میں نجانے کیا کیا سوچتے رہے لیکن تم نے...... ہمیں افسوس ہو رہا ہے تمہاری تربیت پر اور تمہاری سوچ پر۔“ دریہ کی تو وہ حالت تھی کہ گویا ابھی زمین شق ہو اور وہ اس میں گڑ جائے۔ زہرہ اور مہر النساء بیگم نے بہت تاسف سے اسے دیکھا۔ زہرہ کو تو وہ ویسے بھی پسند نہ تھی اب تو دل میں اس کے خلاف مزید غبار بھر گیا تھا۔

”ہماری بچی کوئی ایسی حرکت کرتی تو زندہ زمین میں گاڑ دیتے۔ ہم نے بھی بچیوں کو گھر سے باہر نکالا ہے' تربیت کی ہے لیکن ہماری تو کوئی بچی ایسی منہ زور نہ ہوئی تھی۔ ایسی بھی کیا دشمنی کہ اپنوں کو ہی کھانا شروع کر دیا۔“ زہرہ پھپھو کے لہجے میں غم و غصہ اور بدگمانی بھی کچھ تھا۔

”کیوں کیا تم نے ایسا؟“ مہر النساء بیگم پوچھ رہی تھیں اور دریہ سر جھکائے بالکل ساکت تھی۔

غزل

ہر بار مجھے زخم جدائی نہ دیا کر
گر میرا نہیں ہے تو دکھائی نہ دیا کر
سچ جھوٹ تیری آنکھ سے ہوجاتا ہے ظاہر
قسمیں نہ اٹھا اتنی صفائی نہ دیا کر
توفیق نہیں گر تجھے وعدہ نبھانے کی
اوروں کو بھی تو درس وفا نہ دیا کر
اڑجائیں تو پھر لوٹ کے کب آتے ہیں
ہر بار پرندوں کو رہائی نہ دیا کر
معلوم ہے تو رہتا ہے مجھے سے گریزاں
پاس آکے محبت کی دہائی نہ دیا کر

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

"ہمیں جس پی سی او سے ایاز کے ٹھکانے کی اطلاع ملی تھی ہم نے وہاں سے بھی معلومات لی تھیں تو معلوم ہوا تھا کہ اطلاع دینے والی کوئی لڑکی تھی تب میں نے سوچا تھا کہ شاید ایاز کی کوئی ساتھی ہو لیکن مجھے گمان نہ تھا کہ یہ دریہ ہوگی۔ مجھے چوکیدار نے سب بتایا تھا کہ اس دن دریہ کس لباس میں کس حلیے میں اور کس قدر پریشان گھر سے نکلی تھی اور اس سے پی سی او کا ایڈریس پوچھا تھا تب بھی میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔ میرے گمان میں نہیں تھا کہ وہ اطلاع دینے والی لڑکی یہ دریہ ہوگی جبکہ پی سی او والے کی فراہم کردہ معلومات اور چوکیدار کی باتوں میں ذرا برابر بھی فرق نہ تھا لیکن امجد خان نے جب بتایا کہ ایاز کے نمبر سے ہمارے گھر کے نمبر پر کال کی جاتی رہی ہیں تو میں چونکا اور پھر وائس ریکارڈ نے سب بتادیا۔ ہمارے پاس ایک ایک کال کا ریکارڈ موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دریہ نے یہ سب کیوں اور کس لیے کیا۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر شاہزیب صاحب نے بہت دکھ سے دریہ کو دیکھا۔

"تم ہمیں سب بتاؤ لڑکی ورنہ ہم مصطفیٰ کو اجازت دے دیں گے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ پولیس اسٹیشن لے جائے۔" ان کے انداز میں بہت سنجیدگی تھی۔ دریہ تھر تھر کانپنے لگی۔

"پلیز انکل! ایسا مت کریں۔" وہ رودی لیکن وہاں موجود کسی بھی شخص کو اس پر رحم نہیں آیا' سبھی نے تنفر اور بے حسی سے اسے دیکھا تھا۔ دریہ روتے ہوئے وہ سب بتا رہی تھی جو وہ کرچکی تھی سب کچھ ہر بات' اپنی نفرت' شہوار سے الجھنا' ایاز کو دیکھنا' اس سے نمبر لینا' شہوار کو تباہ کرنے کا پلان سب کچھ.....اور پھر شہوار کے اغواء تک کی کہانی' سبھی بہت سنجیدگی سے اسے سن رہے تھے۔

"اسے کمرے میں بند رہنے دو اس کے والد سے ہم بات کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گے کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔" سب کچھ سننے کے بعد شاہزیب صاحب نے کہا' مصطفیٰ نے بہت نفرت سے پھوٹ پھوٹ کر روتی دریہ کو دیکھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے وجود کا حشر نشر کردے اور اسے الٹا لٹکادے وہ بڑی مشکل سے خود پر ضبط کرتا کمرے سے نکلا تھا۔

❀......❀......❀

ہادیہ کے والد نے ابوبکر کو گھر انوائٹ کیا تھا' ابوبکر نکاح کے بعد ویسے تو ہادیہ سے ملتا تھا لیکن ایک داماد کی حیثیت سے کم ہی ان کے گھر جانا ہوتا تھا۔ ابوبکر کے علاوہ انہوں نے رابعہ کی پوری فیملی کو بھی انوائٹ کیا تھا۔ وہ لوگ وہاں پہنچے تو علم ہوا اس ڈنر میں ہادیہ کے والد صاحب نے ان لوگوں کے علاوہ چند اور قریبی رشتہ داروں کو بھی انوائٹ کیا تھا۔ مردوں کا انتظام ڈرائنگ روم میں جبکہ خواتین کی سیٹنگ ارینجمنٹ اندرونی ہال میں کی گئی تھی۔ ہادیہ کے والد ابوبکر کو اپنے خاندان سے متعارف کروانا چاہتے تھے۔ ابوبکر اب کافی حد تک سیٹل ہوچکا تھا سو ایک مقصد سب کا مل بیٹھ کر شادی کی ڈیٹ فکس کرنا بھی تھا۔ عباس صاحب بھی انوائٹڈ تھے وہ آج کافی دن بعد گھریلو جھمیلوں اور ہاسپٹلز کے چکروں سے فارغ ہوکر یہاں آئے تھے۔ ابوبکر' سہیل اور فیضان صاحب سے مل کر ذہنی

طور پر خود کو کافی فریش محسوس کیا تھا۔
ہادیہ کے گھر والوں نے استانی جی کو بھی بلا رکھا تھا وہ اکثر ہادیہ کے گھر والوں سے ملتی رہتی تھیں۔ ہادیہ نے بطور خاص رابعہ بھابی اور ثریا بیگم کو ان سے ملوایا تھا۔ ثریا بیگم بہت جلد ہادیہ کی آپی سے گھل مل گئی تھیں۔

گفتگو کے دوران ثریا بیگم نے کئی بار نوٹ کیا کہ ہادیہ کی آپی جان کی نگاہیں کئی بار بطور خاص رابعہ کی طرف اٹھی ہیں۔ انہوں نے ثریا بیگم سے رابعہ کے بارے میں کافی تفصیلی بات چیت کی تھی۔ رابعہ کے والد وغیرہ وہ کافی کرید کرید کر سوال کرتی رہی تھیں اور ثریا بیگم کچھ دیر بعد ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھیں جبکہ آپی جان الجھی الجھی سی تھیں۔ کھانے کا دور چلا تو ہادیہ کی آپی جان نے کھانا کمرے میں ہی کھایا تھا جبکہ باقی تمام خواتین اس جگہ آگئی تھیں جہاں مردوں و عورتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ انتظام تھا۔

رابعہ ہادیہ کے ساتھ ہی کمرے میں کھانا کھا رہی تھی جہاں ہادیہ کے علاوہ اس کی آپی جان اور ساتھ ان کی خالہ بھی تھیں۔ کھانا خوش گوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد مرد حضرات کے درمیان شادی کی ڈیٹ فائنل کرنے کی بات چیت شروع ہوچکی تھی سب کی متفقہ رائے کے تحت اگلے ماہ کی کوئی تاریخ طے پائی تھی۔ تقریب کافی خوش گوار رہی تھی۔ سبھی مہمان جانے لگے تو وہ لوگ بھی ہادیہ کے والدین سے اجازت لے کر باہر نکل آئے تھے۔ ابوبکر نے اپنی گاڑی میں ان کو گھر چھوڑنے کی ذمہ داری لی تھی۔ فیضان صاحب ہادیہ کے والد سے الوداعی کلمات ادا کررہے تھے جب کہ وہ تینوں خواتین ابوبکر کی گاڑی کی طرف آگئی تھیں۔ گیٹ سے نکلتا عباس ان کو دیکھ کر ان کی طرف چلا آیا تھا اس نے سلام دعا کی۔ ثریا نے کافی خوش دلی سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"آپ ہماری طرف آئیے نا؟" رابعہ کو دیکھ کر اس نے کہا۔

"ارادہ تو ہمارا ہے لیکن تمہاری طرف سے ابھی تک بلایا نہیں گیا۔"

"جی ہمارے گھر میں کچھ مصروفیات تھیں جس کی وجہ سے سبھی بزی تھے ان شاء اللہ ماں جی ایک دو دن میں آپ کو کال کریں گی۔ اللہ سب کچھ خیر خیریت سے کرے۔" عباس مسکرایا۔ ابوبکر بھی وہیں آگیا تھا اور فیضان صاحب بھی۔ چند منٹ ان سے بات کی عباس نے پھر وہ سب عباس سے اجازت لے کر ابوبکر کے ساتھ رخصت ہوگئے تھے۔

فیضان صاحب کا انداز آج بھی سنجیدہ تھا۔ عباس کو نجانے کیوں آج ان سے مل کر عجیب سی کیفیت نے آلیا تھا۔ وہ ابھی ادھیڑ بن میں کھڑا تھا کہ ہادیہ خالہ بی کا ہاتھ تھامے اپنی آپی کے ساتھ آتی دکھائی دی عباس نے ان کو دیکھا۔

"تم ٹینشن نہ لو ہم لوگ چلی جائیں گی۔" بڑی سی چادر میں لپٹی چہرے پر چادر ڈالے اس خاتون نے کہا۔

"آپ ڈرائیور کا ویٹ کرلیں، کچھ مہمانوں کو ڈراپ کرنے گیا ہے بس آتا ہی ہوگا۔"

"نہیں بیٹا پھر زیادہ دیر ہوجائے گی۔" آپی جان نے منع کیا، عباس اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا جب ہادیہ نے کچھ سوچتے ایک دم سے پکارا۔

"ایکسکیوز می سر!" عباس رک گیا اس نے پلٹ کر ہادیہ کو دیکھا جو اس کے قریب آگئی تھی۔

"یہ میری ٹیچر ہیں آپ جس روٹ سے گزر کر گھر جائیں گے اسی طرف ان کا گھر ہے۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو پلیز ان کو ڈراپ کردیں گے ڈرائیور کچھ اور مہمانوں کو چھوڑنے گیا ہوا ہے۔" عباس نے ان دونوں خواتین کی طرف دیکھا اور پھر ہادیہ کو جو منتظر سی کھڑی تھیں، عباس نے سر ہلا دیا۔

"او کے۔" ہادیہ ایک دم خوش ہوگئی تھی۔ وہ ان دونوں کو لے کر پچھلی سیٹ کی طرف بڑھیں۔

"آپ بالکل ٹینشن نہ لیں بالکل ایزی ہو کر جائیں۔" آپی جان نے سر ہلا لیا، سارا رستہ خاموشی رہی تھی۔ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں، خالہ بی نے بس عباس کو ایک دوبار پوچھنے پر ایڈریس بتایا تھا ان لوگوں کا گھر عباس کے روٹ پر تھا لیکن علاقہ قدرے ہٹ کر کافی پرانی رہائشی کالونی تھی، گھر بھی اسی نوعیت کا تھا۔ عباس نے ان دونوں کو ان کے گھر کے سامنے اتارا تھا۔

"جیتے رہو خوش رہو۔" خالہ بی نے گاڑی سے اترنے سے پہلے عباس کے کندھے پر ہاتھ پھیرتے محبت سے کہا تھا۔

"آئیں آپ کو چائے پلاتے ہیں۔" آپی جان نے پرخلوص انداز میں آفر کی۔

"نہیں شکریہ! کافی دیر ہوگئی ہے۔" آپی جان نے محض سر ہلایا تھا۔ وہ دونوں اتر گئی تھیں۔ خالہ بی نے گھر کا دروازہ کھولا تب

عباس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

ثریا بیگم جب سے ہادیہ کے گھر سے لوٹی تھیں کچھ الجھی الجھی سی تھیں۔ انہوں نے آ کر عشاء کی نماز پڑھی اور پھر گم صم ہوگئی تھیں نیند کوسوں دور تھی۔ وہ کمرے سے نکلیں تو فیضان صاحب واش روم سے نکل کر بیٹھک کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں دیکھ کر رکے۔

"سوئیں نہیں آپ ابھی تک؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں بس نیند نہیں آ رہی۔" انداز الجھا الجھا سا تھا۔

"کیوں، خیریت؟"

"بس ویسے ہی۔" وہ پریشان تھیں۔ فیضان صاحب نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔

"ادھر آ جائیں۔" وہ ان کو لے کر بیٹھک کی طرف آ گئے۔ وہ ایک طرف بیٹھیں تو فیضان صاحب خود بستر کے کنارے ٹک گئے۔

"اب بتائیں کیا بات ہے؟"

"میں بہت پریشان ہوں فیضان!" انہوں نے بے چارگی سے کہا۔

"کیوں...... کیا ہوا؟" وہ حیران ہوئے۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ اب رابعہ کی شادی کر رہے ہیں، اتنے بڑے لوگ ہیں وہ ہم ہمیشہ کے لیے تو نہیں چھپا سکتے کہ رابعہ کے والد کون ہیں۔ میں نے مصلحتاً جو جھوٹ بولا تھا اب اس پر پچھتاوا ہوتا ہے، میں چاہتی ہوں شادی سے پہلے میں رابعہ کو بتادوں۔"

فیضان نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں خود کئی بار آپ سے یہی بات کرنا چاہتا تھا لیکن جس طرح آپ رابعہ کے معاملے میں جذباتی ہو جاتی تھیں تو میں خاموش ہو رہا۔ جب ابوبکر سے رابعہ کی شادی طے تھی تو بھی میں سوچتا تھا کہ رابعہ کو سچ بتادیا جائے لیکن آپ کی وجہ سے خاموش رہا۔ میں سمجھتا ہوں رابعہ اب میچور لڑکی ہے وہ حالات اور سچویشنز کو جسٹی فائی کرتے ہماری بات سمجھنے کی کوشش ضرور کرے گی۔"

"ہاں، میں کبھی کبھار بہت پریشان ہو جاتی ہوں، ابا مرحوم کہا کرتے تھے کہ میں یہ بہت بڑا گناہ کر رہی ہوں، جانتے بوجھتے بچی کی ولدیت چھپالی لیکن اللہ گواہ ہے فیضان! میں نے یہ سب محض رابعہ کی بھلائی کے پیش نظر کیا تھا ان دنوں تم بھی غائب تھے اور واپسی کی کوئی امید نہ تھی رابعہ کے ماں باپ کے حوالے سے کوئی ثبوت ہمارے پاس نہ تھا، مجبوراً مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا تھا۔"

"ہاں آپ کا کوئی قصور نہیں، میں اپنی پراپرٹی واپس لینے کی کوشش میں اس قدر گم ہو گیا کہ بالکل بھی رابعہ کا خیال تک نہ رہا تھا اور تھوڑی بہت پراپرٹی جو ملی وہی غنیمت جان کر لوٹ آیا۔ بہرحال میں سوچتا ہوں ہمیں رابعہ سے نہیں چھپانا چاہیے لیکن آپ کی رابعہ سے محبت کی وجہ سے میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔"

"آج ہادیہ کے ہاں اس کی استانی سے ملاقات ہوئی تھی، بڑی خوب صورت اور دل موہ لینے والی ہستی تھیں ان کو دیکھ کر مل کر دل نجانے کیوں اٹک سا گیا تھا۔ وہ رابعہ کے بارے میں پوچھتی رہیں کہ کون ہے؟ والدہ کا نام کیا ہے؟ تب مجھے شدت سے احساس ہوا کہ رابعہ کے ساتھ سہیل کے باپ کا نام لگا کر میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے تب سے ایک پل بھی چین نہیں آ رہا۔" وہ محض مسکرائے تھے۔ ثریا بیگم تھوڑی دیر اور ان کے پاس بیٹھی تھیں، عباس کے حوالے سے بات کرتی رہی اور پھر اٹھ کر چلی گئیں تو فیضان صاحب پر سوچوں کے عجیب سے در کھل گئے اور پھر باقی ساری رات وہ سو نہیں سکے تھے ماضی اور حال کو یاد کرتے کرتے وہ نڈھال سے ہوتے چلے گئے تھے۔

وہ ناشتا کر رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔ وہ ناشتا چھوڑ کر کمرے میں آئی، موبائل اٹھا کر دیکھا تو سر عباس کی کال تھی، وہ چونکی اتنی صبح صبح کیسے کال کرلی انہوں نے۔

"السلام علیکم سر!"

حلیمہ سعدیہ شوکت

سویٹ سویٹ میٹھی آنچل اور حجاب کی قارئین سلام! میں تل خالصہ کے گاؤں میں رہتی ہوں ویسے ہمارے گاؤں کو تل رالگان بھی کہتے ہیں اور میں نے 16 اپریل 1999 کو اس دنیا میں روشنی بکھیری ہم ذات کے راجہ ہیں۔ ہم چار بہنیں اور ایک پیارا معصوم سا بھائی میرا نمبر 4 ہے پہلے بہن ہے اس نے ایم اے اردو کیا ہے پھر بھائی پھر بہن پھر میں یعنی راجہ سعدیہ پھر چھوٹی بہن ہم سب میں پیار بھی بہت ہے مجھے اپنے امی ابو سے بہت پیار ہے میں 10 کلاس میں تھرڈ پوزیشن لی ہے اب کالج میں ایڈمیشن لوں گی اب بات ہو جائے پسند ناپسند کی تو دوستوں کلرز میں مجھے بلیک اسکائی بلو اور پسندیدہ مشغلہ ناول پڑھنا اور گھومنے کی بہت زیادہ شوقین ہوں شور شرابا پسند ہے کام سارے کر لیتی ہوں ترکی اور مدینے جانا چاہتی ہوں کھانے میں ہر چیز کھالیتی ہوں میٹھے میں آئس کریم پسند ہے اپنے بھائی سے بہت پیار ہے شاعری کرتی ہوں دوست میری بہت زیادہ ہیں میں دو مرتبہ آنچل میں اپنے خط شائع کروا چکی ہوں اب میں دوستی کرنا چاہتی ہوں پروین افضل شاہین جی آپ سے شاہ زندگی آپ سے رشک وفا آپ سب مجھے اپنی دوست بنائے ارم کمال آپ سے بھی اب آنچل کو اللہ دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ آمین

”وعلیکم السلام! کیسی ہیں؟“

”میں ٹھیک ہوں۔“

”میرا حال دریافت نہیں کریں گی؟“ دوسری طرف سے مسکرا کر پوچھا گیا۔

”جی آپ کیسے ہیں؟“

”بہت برُے حال میں ہوں۔“ دوسری طرف مسکرا کر بتایا گیا۔

”جی...... وہ ابھی۔

”آپ تو گزشتہ شب یوں نظر انداز کیے گاڑی میں جا بیٹھی تھیں جیسے کوئی آشنائی نہ ہو ایسی بھی بھلا کیا بے مروتی۔“ عباس کے مسکراتے لہجے میں شکوہ کیا۔

”ایسی بات نہیں، بھی ساتھ تھے امی بھابی میں بھلا کیا بات کرتی۔“

”حال چال ہی دریافت کر لیتیں۔“

”امی نے پوچھا تو تھا۔“ دوسری طرف عباس ہنس دیا۔

”ویسے میں ایک چیز سوچ کر رات بھر بہت مطمئن ہوتا رہا۔“

”وہ کیا؟“

”آپ جیسی لڑکی کے سامنے کوئی بھی ترغیب کوئی معنی نہیں رکھتی۔“ عباس کے اس سادہ سے جملے نے رابعہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔

”آپ جیسی شریک حیات بہت وفادار ہوتی ہے یہ میری آبزرویشن ہے۔ کچھ گھریلو مسائل کی وجہ سے بابا جان اس سلسلے پر توجہ نہیں دے سکے لیکن ان شاء اللہ ایک دو دن میں وہ آپ لوگوں کی فیملی کو انوائٹ کریں گے۔ میں چاہتا ہوں آپ جلد از جلد ہمارے گھر آجائیں۔“ رابعہ کے چہرے پر کچھ سرخی سی پھیلی گئی تھی۔

”رابعہ یقین مانئے مجھے آپ کے وجود سے زیادہ آپ کے کردار نے متاثر کیا ہے۔ میں کوئی جذباتی فیصلے کرنے والا سطحی ذہن کا حامل انسان نہیں ہوں لیکن آپ کی ذات نے مجھے بہت متاثر کیا ہے اور میں آپ کو کسی بھی حال میں اب کھونا نہیں چاہتا۔“ عباس کے لہجے میں جذبوں کا رچاؤ تھا۔ عجیب سی اثر انگیزی تھی رابعہ تو جیسے ان الفاظ کے جادو میں جکڑی گئی تھی۔ عباس اس سے کچھ اور بھی کہہ رہا تھا شاید زندگی بھر ساتھ نبھانے کے وعدے کر رہا تھا لیکن اسے کچھ بھی سنائی نہ دے رہا تھا۔ چند باتوں کے بعد عباس نے کال بند کر دی اور رابعہ کو لگ رہا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔

ایک وفادار اور نیک عورت کے لیے اپنے کردار کی گواہی سے بڑھ کر اور کچھ بھی اہم نہیں ہوتا اور وہ اسی گواہی کے جادو میں گھری رہ گئی تھی۔ وہ جواب تک عباس کی شخصیت کے جادو سے دامن بچا بچا کر چل رہی تھی ایسے لگا کہ عباس کے الفاظ نے اس کی دل پر اثر کیا ہے اس کے احساسات ایک دم سبک سے ہوگئے تھے۔ دل میں نرمی سی اتر آئی تھی۔ سر عباس اور ان کی باتوں کو یاد کرتے وہ عجیب سی خود فراموشی کی سی کیفیت میں مبتلا ہوگئی تھی۔

❁........❁........❁

وہ کالج نہیں جاسکی اس کا خیال تھا کہ وہ شہوار کی طرف جائے گی لیکن دس بجے کے قریب مصطفیٰ بھائی کی پھپو اپنی بہو اور بیٹے کے ساتھ ان کی طرف چلی آئی تھیں اور اتفاقاً ماموں، صبوحی بیگم اور وقار صاحب تینوں ہی گھر پر تھے البتہ افشاں احسن کے ساتھ صبح صبح شہوار کی طرف چلی گئی تھیں رات وہ ادھر ہی رکی تھیں۔

انا ان کی آمد پر الجھی تھی۔ اس کا دل بڑے خوف زدہ انداز میں دھڑکا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی رہی وہ لوگ کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے روشی نے اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ گم صم سی اپنے بستر کے کنارے پر براجمان تھی وہ اندر آ گئی۔

''کچھ پتا چلا حماد بھائی کی امی کیوں آئی تھیں؟'' اس نے بس سوالیہ دیکھا۔

''شادی کی تاریخ فکس کرنے حماد پاکستان آ رہا ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ اب جلد از جلد شادی ہوجائے۔'' انا کا رنگ اڑا۔

''اور انکل نے اگلے ماہ کی کوئی بھی تاریخ فائنل کرنے کو کہہ دیا ہے وہ کہہ رہی تھیں کہ گھر جا کر سب سے مشورہ کر کے وہ رات کو کال کریں گی۔'' انا کا چہرہ بالکل زرد ہوگیا تھا۔ روشی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے اس کا ہاتھ تھاما تو اندازہ ہوا انا بالکل ساکت ہے۔

''انا پلیز ابھی بھی وقت ہے تم مجھے بتا سکتی ہو میں سب کو روک لوں گی میں جانتی ہوں تم یہ سب نہیں چاہتیں لیکن پلیز خود پر یہ ظلم مت کرو۔'' انا کے لب پھڑپھڑائے اس کا جی چاہا کہ وہ روشی کو سب کہہ دے وہ ایک دم روشی کے گلے لگ کر سسک اٹھی اور پھر وہ سب کہتی چلی گئی جو اس کے دل کا بوجھ بن گیا تھا اور روشی حیرت سے گنگ سب سن رہی تھی۔ جوں جوں وہ سن رہی تھی ویسے ویسے اس کا اپنا وجود ساکت ہوتا جا رہا تھا۔

❁........❁........❁

فیضان صاحب نے رابعہ کو بلوایا وہ آئی تو وہاں فیضان کے ساتھ سہیل اور ثریا بیگم بھی موجود تھے۔ فیضان نے اسے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا تو وہ بیٹھ کر سوالیہ انداز میں سب کو دیکھنے لگی۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر گفتگو کا آغاز کیا۔ وہ بہت الجھی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی اور پھر وہ اپنی کہانی سناتے اپنے ماضی سے رابعہ کو آگاہ کرنے لگے رابعہ حیرت سے گنگ ساکت سی سنتی چلی گئی۔ انہوں نے رابعہ سے کچھ بھی نہ چھپایا تھا ایک ایک لفظ کہہ سنایا حتیٰ کہ عباس کی فیملی سے اپنے رشتے کی بھی وضاحت کر دی تھی جبکہ رابعہ گم صم تھی اور بے یقین سی۔ وہ سہیل کی بہن نہ تھی بلکہ فیضان ماموں کی بیٹی تھی حقیقی بیٹی۔ وہ بے یقین تھی ثریا بیگم اور سہیل نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اب شک کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔

''میں جانتی ہوں میں نے کچھ حد تک غلط کیا لیکن یہ جو بھی کیا محض تمہاری بھلائی اور فلاح کے لیے کیا تھا۔'' وہ گم صم سی تھی جب ثریا نے اسے ساتھ لگاتے مزید کہا۔

''فیضان تو مجھے کئی بار کہتا رہا کہ تمہیں اب حقیقت بتا دینی چاہیے لیکن میں ہی ڈرتی رہی کہ نجانے تمہارا کیا ردعمل ہو تم ہمیں کس انداز سے لو۔'' وہ اب بھی خاموش تھی وہ یقین کرنے میں ابھی بھی متامل وہ بار بار نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ فیضان، سہیل اور ثریا اسے کافی دیر تک سمجھاتے رہے اور وہ خاموش تماشائی بنی حیرت سے سنتی رہی تھی۔

❁........❁........❁

شاہ زیب صاحب نے دریہ کے والد سے فون پر بات کی تھی وہ از حد شرمندہ تھے۔ وہ باہر کے ماحول میں رہنے ہیں پلے بڑھے اور پھر وہیں ماموں زاد سے شادی ہوگئی تھی۔ ایسے میں ان کی اولاد بھی اسی ماحول کا حصہ بنتی چلی گئی۔ چند دن کے لیے پاکستان آنا اور بات تھی لیکن وہ چاہتے تھے کہ دریہ کی شادی وہ پاکستان میں ہی کریں مگر اب دریہ جو کر چکی تھی اس حرکت نے ان کو بہت تکلیف دی تھی۔ انہوں نے دریہ کو واپس بھیج دینے کا کہا اور خود بھی دریہ سے بات کر کے اسے سخت سست کہا تھا۔ دریہ کا خیال تھا کہ اس کی

ہوشیاری کا پول نہیں کھلے گا لیکن اب جس طرح ہر بات کھل کر واضح ہوئی وہ خود بھی خوف زدہ ہوگئی تھی۔ سب سے زیادہ مصطفیٰ کی اسے پولیس کے حوالے کردینے والی دھمکی نے کام کیا تھا' وہ بالکل خاموش ہوگئی تھی۔ وہ جانتی تھی اب یہ خاموشی ہی اس کی بھلائی ہے' مصطفیٰ اور اس گھر والوں سے کچھ بعید بھی نہ تھا کہ پکڑ کر اسے حوالات میں ہی بند کروا دیتے۔

شاہزیب صاحب نے منع کردیا تھا کہ دریہ کی حرکتوں کی خبر شہوار تک نہ پہنچ پائے ورنہ وہ پھر ٹوٹ جائی گی وہ پہلے ہی بڑی مشکل سے خود کو بحال کررہی تھی۔ شاہزیب نے لائبہ کے بیٹے کا نام رکھتے اس کے عقیقے کا اعلان کیا تھا۔ وہ گھر میں چھائے اس ٹینشن زدہ ماحول کو بدلنا چاہتے تھے۔

تقریباً سارا خاندان ہی مدعو تھا اگلے دن عقیقہ تھا۔ شہوار کی طبیعت بھی کچھ بہتر تھی چونکہ کافی عرصے سے بابا صاحب شہر میں ہی موجود تھے تو عقیقے کی تقریب بھی شہر میں رکھی گئی۔ اگلے دن کافی مہمان جمع تھے' شہوار کا غم ایک طرف لائبہ کے بیٹے کی خوشی بھی اپنی جگہ تھی۔ شہوار بھی خود کو سنبھالتی لباس بدل کر صبا کی مدد سے ہلکا پھلکا تیار ہوئی تھی۔ مصطفیٰ آفس گیا ہوا تھا' کوئی ضروری کام تھا اس نے جلد آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ولید اور انا کی فیملی بھی انوائٹڈ تھی لیکن انا نہیں آسکی تھی روشی بھی گھر رک گئی تھی باقی لوگ آئے تھے۔ مصطفیٰ گھر آیا تو شہوار کمرے سے نکل کر لائبہ کے روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ کو یہ تبدیلی اچھی لگی تھی' لائبہ کا بیٹا اس کی گود میں تھا۔ مصطفیٰ سب سے سلام دعا کرتا ادھر ہی آبیٹھا تھا' ساری نوجوان پارٹی اسی کمرے میں جمع تھی' خوش گپیاں چل رہی تھیں۔ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئی تھی' مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ ٹک گیا تھا۔

''کتنا پیارا بچہ ہے ماشاء اللہ۔'' شہوار کے لہجے میں حسرت تھی' انداز مدھم سا تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس وقت شہوار کے اندر کس قسم کی فیلنگز پیدا ہو رہی ہوں گی۔

''ان شاء اللہ' ہمیں بھی ایسا ہی بیٹا دے گا۔'' مصطفیٰ نے دھیمے سے جھک کر بچے کو پیار کرتے کہا تو شہوار کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ لہرائی تھی اس نے زیر لب آمین کہا۔

''میں چینج کرلوں' سیدھا ادھر ہی چلا آیا تھا۔'' مصطفیٰ کھڑا ہوا۔

''میں بھی چلتی ہوں۔'' اس نے بچہ ساتھ بیٹھی صبا کو تھمادیا۔ وہ مصطفیٰ کے ہمراہ اس کا ہاتھ تھامے باہر نکل آئی۔ وہاں موجود بھی لوگوں نے اسے بہت افسردگی سے دیکھا تھا' وہ مصطفیٰ کے ہمراہ چلتی ہوئی اپنے کمرے تک آئی تھی۔

''آج بہت دنوں بعد بہت اچھی اور کچھ حد تک فریش لگ رہی ہو۔'' مصطفیٰ نے کمرے میں لاکر بستر کے کنارے بٹھا کر کہا تو وہ مسکرائی۔

''کیوں باقی دنوں میں آپ کو اچھی نہیں لگتی تھی؟''

''لگتی تو تھیں لیکن آج کچھ پرسکون اور فریش لگ رہی ہو نا۔''

''کوئی بھی غم طویل مدت تک نہیں ہوتا' آپ نے ہی تو کہا تھا صبر کرو خود کو سنبھالو اللہ اور دے گا۔ بس اللہ ہی صبر دینے والا ہے میں تو بس کوشش کررہی ہوں۔'' اس کی آواز آخر میں پھر بھیگی۔ مصطفیٰ نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگایا۔

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ان کی ساط سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا' اس کی مصلحتیں وہی جانے۔'' شہور نے سر ہلایا۔

''تھک تو نہیں گئی اگر لیٹنا چاہو تو......''

''نہیں۔'' شہوار نے نفی میں سر ہلایا۔

''بلکہ میں اتنے دنوں سے لیٹے لیٹے تھکنے لگی ہوں۔'' مصطفیٰ مسکرا کر کھڑا ہوا۔

''میں باتھ لے لوں۔'' شہوار بھی کھڑی ہوگئی۔

''میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔'' اس کے انداز میں محبت تھی۔

''تھک جاؤ گی رہنے دو میں کرلوں گا۔'' مصطفیٰ نے روکا۔

''آپ کی محبت ساتھ ہوگی تو میں نہیں تھکوں گی' ویسے بھی اس گھر میں ہر کام کے لیے ملازم موجود ہیں لیکن آپ کے یہ چھوٹے

موٹے کام کر کے مجھے روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔" مصطفیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس نے محبت سے کہا۔ مصطفیٰ نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرتے بغور دیکھا اور پھر ایک دم جھک کر اس کی صبیح روشن پیشانی چوم لیا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیتے مصطفیٰ کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

"بس سب کچھ بھول کر اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ' ایگزیمز سر پر ہیں ان کی طرف توجہ دو اب تو تابندہ بوا بھی آ گئی ہیں ٹینشن کی کوئی بات ہی نہیں رہی۔" شہوار سر ہلا کر مسکرا کر پیچھے ہوئی۔

"میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں بس آپ فریش ہو لیں۔" وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے وارڈ روب کی طرف بڑھی جبکہ مصطفیٰ اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

❁......❁......❁

وہ عجیب سی مضمحل سی کیفیت میں تھی۔ روشی تو خود گم صم اور پریشان تھی' وہ جو دعویٰ کر چکی تھی کہ سب کچھ روک لے گی اب خود بھی الجھ گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ رات حماد کی والدہ نے کال کی تھی یا نہیں وہ تو اپنے ہی ادھیڑ بن میں تھی۔ باقی سب لوگ لائبہ کے بیٹے کے عقیقے میں گئے ہوئے تھے وہ دونوں ہی گھر پر تھیں۔ انا بکس لے کر بیٹھی تھی لیکن دل ایک دم اچاٹ ہوا تو وہ بکس اٹھا کر کمرے سے نکل آئی' اسے اپنے کمرے میں شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ لاؤنج میں آئی تو وہاں ٹی وی چل رہا تھا میوزیکل پروگرام میں کوئی فرمائشی سانگ چل رہا تھا' اسٹیج پر ابرارالحق تھا شاید روشی دیکھ رہی تھی لیکن روشی اب وہاں نہ تھی انا کے قدم گیت کے الفاظ سن کر ہی ساکت ہو گئے تھے۔

"بھیگا بھیگا سا یہ دسمبر ہے بھیگی بھیگی سی تنہائی ہے
ان کتابوں میں جی نہیں لگتا ہم کو بجنی کی یاد آئی ہے"

انا کو لگا وہ بالکل جامد سی ہو گئی ہے۔ گیت کے بول کیا تھے تیز دھار آلہ تھے وہ خود ہی صوفے پر گر گئی۔ سنگر کی آواز کا سوز' میوزک کا ردھم ہر چیز جیسے دل پر چوٹ لگا رہی تھی۔

شام کی کالی آنکھیں جب پلکوں کو جھپکاتی ہیں
کسی پیڑ کے نیچے کچھ یادیں گنگناتی ہیں
کچھ پیار کے آدھے نغمے آدھی پیار کی کہانی
اک شہر کا راجہ اور اک گاؤں کی رانی
دونوں بڑے پریمی تھے بن میں آیا کرتے تھے
ان کے پیار کے میٹھے نغمے پنچھی گایا کرتے تھے
اب نہ پریمی ہیں نہ وہ باتیں ہیں
اور یادیں ہی اپنی کمائی ہے
ان کتابوں میں جی نہیں لگتا ہم کو بجنی کی یاد آئی ہے

الفاظ کا اثر تھا یا دل دکھا ہوا تھا آنسو بے اختیار رخساروں پر بہتے چلے گئے۔ انا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کون سی چیز رلا رہی تھی۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھی اسکرین کو دیکھتے بس روئے جا رہی تھی۔

"اس کمرے کی کھڑکی بارش کا شور سناتی ہے
اور تمہاری آہٹ ہم کو یہ روگ لگاتی ہے
اب کے سال دسمبر میں جب بن میں جاؤں گا
نیلی جھیل' درختوں کے سائے اور سوکھے پتے
سارے تیرا پوچھیں گے کہاں ہے تیرا پوچھیں گے
تیرا پریمی یار کہاں ہے سارے تیرا پوچھیں گے

کیا بتاؤں گا کیا کہانی ہے
اب تو قسمت میں اپنی جدائی ہے"

روتے روتے انا نے لب بھینچ لیے تھے۔ آج کل وہ پچھتاوؤں کے سفر میں تھی ولید اس سے مکمل طور پر بدظن ہو چکا تھا اور اس حماد کے وجود سے انکار کی کوئی راہ نہ مل رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ گویا اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں اس بری طرح مقید ہوگئی ہے کہ اب فرار کی کوئی راہ باقی نہیں بچی اسکرین پر اب بھی سنگر گا رہا تھا۔ سنگر کی پرفسوں آواز اور گیت کے بول سارے ماحول کو اپنے سحر میں جکڑے ہوئے تھے۔

وہ گم صم سی اسکرین پر نظریں جمائے گھورے جارہی تھی جب ایک دم کسی نے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر اسکرین آف کی تھی انا ایک دم چونکی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔ وہاں ولید کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ریموٹ تھا جسے اس نے صوفے پر پھینکا انا نے تیزی سے اپنے رخساروں کو رگڑا تھا۔

"کیا بات ہے؟" ولید کا انداز بڑا نپا تلا سا تھا وہ ایک دم کنفیوژ ہوئی اور نفی میں سر ہلا کر کھڑی ہوئی تھی اسے اس وقت خوامخواہ شرمندگی نے آلیا تھا۔

نجانے وہ کب گھر آیا تھا وہ اپنی سوچوں اور گیت کے بول میں اتنی محو ہوگئی تھی کہ اس کی آمد کا قطعی علم نہ ہو سکا تھا۔ وہ اس وقت جس قسم کی کیفیت سے گزر رہی تھی ایسے میں ولید تو کیا کسی کا بھی سامنا کرنے کے قابل نہ تھی۔ وہ ولید کو دیکھے بغیر وہاں سے جانے لگی جب ولید ایک دم اس کے سامنے آ گیا تھا۔

"کیوں رو رہی تھیں؟" اس نے پھر سوال دہرایا تو انا نے بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی آنسو چمک رہے تھے۔

"کچھ نہیں۔" وہ خود پر ضبط کرتے سر جھکا کر بمشکل بول پائی۔

"اب تو تمہیں خوش ہو جانا چاہیے پھر یہ آنسو کیوں؟" انا نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کرتے پھر اسے دیکھا۔ انداز سوالیہ تھا ولید نے مسکرا کر اس کے رخسار پر اٹکے آنسو کو انگلی سے چھوا تو وہ بے اختیار پیچھے ہوئی تھی۔

"حماد سے کل رات انکل نے تمہاری شادی کی تاریخ فکس کر دی ہے سنا ہے جیسے ہی تمہارے ایگزامز ختم ہوتے ہیں تمہیں اس گھر سے رخصت کر دیا جائے گا۔" انا کی آنکھیں ایک دم خوف سے پھیلی تھیں۔ بے یقینی سے اس کا منہ تھوڑا سا کھل گیا تھا۔

"نہیں......!" اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"کیا نہیں؟" ولید نے اسے بغور دیکھتے پوچھا اور انا بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھتے تیزی سے وہاں سے جانے لگی لیکن پھر اسے رک جانا پڑا تھا ولید نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" شدت غم سے وہ صرف چلا سکی تھی ولید نے سختی سے اس کو دوبارہ اپنے مقابل کیا اور انا نے ولید کے اس جارحانہ انداز پر سہم کر اسے دیکھا۔

"تمہاری طرف میرے اتنے حساب نکلتے ہیں چاہوں تو ایک ایک کا بدلہ لے لوں لیکن تم نے جس طرح بدگمانی کا مظاہرہ کرتے کاشفہ جیسی گھٹیا لڑکی کا ساتھ دیتے وہ سب کیا تھا جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں ایک لمحہ نہ لگاؤں اور شوٹ کر دوں۔" ولید کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔ اس نے بہت خوف زدہ نگاہوں سے ولید کو دیکھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کاشفہ کے ساتھ مل کر تم جو گیم کھیلتی رہی ہو مجھے کبھی علم نہ ہوگا۔ خام خیالی تھی تمہاری مصطفیٰ مجھے سب بتا چکا ہے۔" انا نے لب بھینچ لیے تھے جبکہ آنکھوں سے بہنے والے آنسو بے اختیار تھے۔

"ترس آرہا ہے مجھے تمہاری ذہنی حالت پر۔"

"پلیز ولید......" اس نے ایک دم نڈھال سے انداز میں کہا تو ولید نے سختی سے ہاتھ میں جکڑا اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"تم ایک نہایت بداعتماد لڑکی ہو ہمیشہ مجھ پر شک کیا اپنے طے کردہ مفروضوں کی بنیاد پر مجھے جج کرتی رہی۔ میں سمجھتا رہا کہ تم کو میں اسی طرح رسپانس نہیں دیتا اسی وجہ سے ناراض ہو لیکن تم نے تو حد ہی کر دی۔"

"پلیز ولید...... پلیز بس کریں۔" وہ پہلے ہی بہت نڈھال تھی۔ دن رات ضمیر کی جنگ میں الجھی رہتی تھی ایسے میں اب ولید کا ری ایکشن وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رو دی۔
ولید نے لب بھینچ لیے تھے وہ تیزی سے ایک طرف سے ہو کر وہاں سے چلی گئی اور ولید نے لب بھینچ کر زور سے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔ وہ اسی انداز میں وہاں کھڑا تھا جب روشی پاس آئی۔
"تم کیا جانتی ہو؟" ولید نے خاموش آنکھوں سے سوال کیا۔
"پتا نہیں آپ کیا جانتے ہیں لیکن مجھے انا نے کل ہی وہ سب بتایا ہے کہ کس طرح وہ کاشفہ جیسی لڑکی کی باتوں میں آ کر اس کے ساتھ چلی گئی تھی اور پھر اس کی وجہ سے بلیک میل ہوتی رہی تھی اس نے اب تک جو بھی کیا تھا محض کاشفہ کے کہنے پر اس کی باتوں سے خوف زدہ ہوتے ہوئے کیا تھا۔" ولید نے ایک گہرا سانس لیا' وہ خاموشی سے صوفے پر ٹک گیا تھا۔
"مجھے رہ رہ کر اس بے وقوف لڑکی پر غصہ آتا ہے۔ جی چاہتا ہے اسے شوٹ کردوں۔" انداز میں بہت بے بسی تھی۔
"لیکن میں سمجھتی ہوں اس میں انا کا کوئی قصور نہیں وہ اپنے جذبات واحساسات میں قطعی بے بسی تھی اور وہ اب شرمندہ ہے تو آپ اسے یوں اس طرح مت ٹریٹ کریں وہ اندر سے بالکل ٹوٹ چکی ہے پلیز کچھ کریں۔" ولید نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔
"لیکن میں اسے بے قصور نہیں سمجھتا اور اس معاملے میں' میں اس کی قطعی کوئی ہیلپ نہیں کروں گا۔ وہ اپنے کیے کا بھگتان بھگت رہی ہے۔ ایسی لوگوں کی سزا حماد جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں ویسے بھی حماد کو وہ خود درمیان میں لائی ہے اب بھگتے بھی۔"
"پلیز بھائی اتنے سنگ دل مت بنیں' وہ ہماری کزن ہے۔"
"صرف تمہاری' میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔" ولید کے لب ولہجے میں کسی بھی قسم کی قطعی کوئی رعایت نہ تھی۔ روشنی نے بے یقینی سے دیکھا۔
"ویسے بھی اس کی شادی انکل نے طے کردی ہے میں اب کچھ نہیں کرسکتا۔" قطعی انداز تھا روشی نے تاسف سے دیکھا۔
"مجھے آپ سے ایسی بے حسی کی امید نہ تھی۔"
"تو کیا کروں؟ اس کی نفرت اور ناپسندیدگی کے باوجود خود کو پیش کردوں سب کچھ بھول جاؤں۔"
"صرف آپ ہی ہیں جو انکل کو سب بتا کر قائل کرسکتے ہیں۔"
"ایم سوری میں کسی کی خاطر کوئی قربانی نہیں دوں گا۔" ولید کے الفاظ پر روشی نے بہت دکھ سے دیکھا۔
"اس کے باوجود کہ وہ اب بھی آپ سے شدید محبت کرتی ہے اور حماد کو صرف اور صرف وہ کاشفہ کی وجہ سے درمیان میں لائی تھی۔" ولید خاموش رہا۔
"آپ کچھ نہ کریں لیکن میں خاموش نہیں رہوں گی میں سب کی غلط فہمی ضرور دور کروں گی پھر چاہے انکل کا کوئی بھی فیصلہ ہو میں سب کو حقیقت سے آگاہ ضرور کروں گا مجھ سے انا کی یہ تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔" وہ قطعیت سے کہہ کر ولید کو سنجیدگی سے دیکھتے وہاں سے چلی گئی اور ولید خاموشی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

❀......❀......❀

شہوار کی طبیعت کے سبب کسی نے بھی اس سے تابندہ بوا یا بابا صاحب کے معاملے میں ڈسکس نہیں کیا تھا۔ شاہزیب صاحب نے فی الحال سب کو ہی منع کردیا تھا کہ جب تک شہوار مکمل طور پر نارمل نہیں ہو جاتی اس سے یہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ دن گزرے تو انہوں نے درِ یہ کی واپسی کے انتظامات کردیئے تھے۔ واپسی کے سفر میں درِ یہ شرمندہ تھی کہ نہیں لیکن اس کا سارا دم خم مٹی کا ڈھیر بن گیا تھا۔ شاہزیب صاحب کی خاص ہدایت کے سبب زہرہ' مہر النساء بیگم اور مصطفیٰ کے علاوہ کوئی بھی درِ یہ کی حقیقت نہ جان پایا تھا حتیٰ کہ شہوار سے ذکر کرنے سے بھی شاہزیب صاحب نے سختی سے منع کردیا تھا۔
عباس نے حالات نارمل ہونے پر مہر النساء بیگم سے رابعہ کی فیملی کو اپنے ہاں بلوانے کی یاددہانی کروائی تو انہوں نے شاہزیب صاحب سے بات کرنے کا کہا۔ ویسے بھی اس رشتے پر کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا سو شاہزیب صاحب سے پوچھا تو انہوں نے اسی وقت سہیل کے نمبر پر کال کی اور انہیں اگلے دن شام کی وقت اپنے ہاں انوائٹ کرلیا تھا۔ گھر میں سبھی خوش تھے' عباس اپنی زندگی کو

آگے بڑھانے کا خواہش مند تھا سو بھی اس کے حق میں دعا گو تھے۔
اگلے دن شام کے وقت سہیل کے ساتھ ثریا بیگم اور بھابی آئی تھیں۔ عباس کو اس نے دیکھ رکھا تھا لیکن گھریلو سطح پر یہ پہلی ملاقات تھی۔ یہاں بھی خوش دلی سے ملے تھے‘ سہیل کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر دونوں خواتین کو اندر لے آئے تھے۔ زہرہ پھپو بھی موجود تھیں‘ ثریا بیگم سے وہ لوگ بہت خوش اخلاقی سے ملے تھے۔ سبھی سے ملاقات ہوئی تھی‘ شاہزیب صاحب کے علاوہ محسن بھائی اور بابا صاحب بھی ڈرائنگ روم میں سہیل کے ساتھ موجود تھے۔
''آپ کے ماموں فیضان صاحب تشریف نہیں لائے؟'' شاہزیب صاحب نے پوچھا تو سہیل شرمندہ ہوا تھا جبکہ فیضان کے نام پر بابا صاحب ٹھٹکے تھے۔
''آپ نے کل اچانک کال کی تھی وہ دو دن سے شہر سے باہر ہیں‘ ایک دو دن میں لوٹیں گے۔ بس اسی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ نہیں آسکے۔''
''اس دن بھی آپ کے ہاں ملاقات نہ ہوسکی تھی۔'' شاہزیب صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔
''بس اتفاق کہہ لیجیے‘ ماموں کو وہاں کچھ کام تھا جانا ضروری تھا۔''
''کوئی بات نہیں‘ رشتہ داری بن جاتی ہے تو پھر ملنا ملانا چلتا رہے گا۔'' فیضان کے نام سے بابا صاحب کے اندر ایک ہوک سی اٹھی تھی‘ وہ ہمیشہ یہ نام سن کر دکھی ہوجاتے تھے اب بھی یہی کیفیت ہوئی تھی لیکن خود کو سنبھال کر سہیل کو کہا تھا وہ مسکرادیا۔
ان سب لوگوں میں بات چیت ہوتی رہی‘ مختلف موضوعات پر‘ مختلف سلسلوں میں جبکہ اندرونی لاؤنج میں گھر کی تمام خواتین کے ساتھ موجود ثریا بیگم اور بھابی بھی گھر والوں کی امارت‘ دولت کی فراوانی دیکھ کر مبہوت ہورہی تھیں۔ اب تو بھابی بھی جان چکی تھیں کہ ان لوگوں سے فیضان صاحب کا کیا رشتہ تھا‘ اندر ہی اندر دونوں خواتین ان لوگوں کی خاندانی حیثیت و مرتبے سے متاثر ضرور ہوئی تھیں۔ چائے کے بعد کھانے کا دور چلا تھا۔ بھی بہت خوش اخلاق تھے ثریا بیگم تو دل سے متاثر ہوئی تھیں‘ ان کے ہاں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔
مہرالنساء بیگم نے ثریا بیگم سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ جلد از جلد عباس کی شادی کرنا چاہتی ہیں۔ وہ منگنی کی رسم کی بجائے ان کے ہاں ڈائریکٹ شادی کی تاریخ لینے آئیں گی۔ جب فیضان صاحب راضی تھے تو بھلا ثریا بیگم کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا انہوں نے ہامی بھرلی۔ ان لوگوں نے ان کو رخصت کرتے وقت مٹھائی ساتھ کی تھی‘ سہیل کے لاکھ منع کرنے کے باوجود شاہزیب صاحب نے رات کے گیارہ بجے ان کو ڈرائیور کے ساتھ جانے پر راضی کرلیا تھا۔
گھر میں رابعہ اور فیضان صاحب موجود تھے‘ ڈرائیور ان کو باہر اتار کر چلا گیا تھا۔ فیضان صاحب شدت سے ان کی واپسی کے منتظر تھے۔ رابعہ بھی انتظار کررہی تھی وہ سبھی فیضان کے ساتھ بیٹھک میں آبیٹھے تھے۔
''وہاں سبھی لوگ آپ کا بار بار پوچھ رہے تھے‘ ہمیں بہانے بنانا پڑ رہے تھے۔'' سہیل نے بتایا۔
''کوئی بات نہیں ایک بار ہی ملاقات کرلیں گے‘ ویسے سب ٹھیک رہانا۔'' وہ سنجیدہ تھے۔
''ہاں گھر تو بہت ہی خوب صورت ہے‘ سچ کہوں فیضان یہ گھرانہ خاندانی حسب و نسب مال دولت ہر لحاظ سے بہت اعلیٰ ہے۔ میں تو سارا وقت یہی سوچتی رہی کہ اگر تم ان لوگوں میں ہوتے تو اس خاندان کا حصہ ہوتے۔'' ثریا بیگم نے کہا۔
''مجھے کسی بھی قسم کا کوئی ملال نہیں آپا! میں اپنی زندگی سے بہت مطمئن ہوں‘ جس گھرانے نے میری ماں کو قبول نہیں کیا‘ وہ بھلا مجھے کیسے قبول کرلیتے‘ مجھے دولت کی چاہ کبھی نہیں تھی بات رشتوں کی ہوتی ہے مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنی خودداری میں زندگی گزاری ہے مجھ پر کسی کے احسانوں کا بوجھ نہیں۔'' رابعہ کو دیکھتے انہوں نے کہا۔
''تو پھر آپ اب مجھے اس خاندان میں کیوں بھیج رہے ہیں جبکہ آپ سب کچھ جانتے بھی تھے آپ انکار کرسکتے تھے۔'' رابعہ نے پوچھا تو انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔
''میں تمہیں ایک انجانے رشتے میں باندھ کر نہیں بھیج رہا۔ تم اس خاندان کی بہو بن کر جاؤ گی‘ تمہارے اور میرے حوالے میں بہت فرق ہے بیٹا! تمہیں عباس خود بہت عزت و احترام سے لے جانا چاہتا ہے اور یہ سارا خاندان اس رشتے پر راضی ہے۔ میں نے

جیسی بھی سہی زندگی گزار لی لیکن میں چاہتا ہوں میری بیٹی بہت خوش رہے اور مجھے یقین ہے کہ تم عباس کے ہمراہ بہت خوش رہوگی۔" رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"وہ لوگ کہہ رہے تھی کہ وہ منگنی نہیں کرنا چاہتے' وہ لوگ ڈائریکٹ شادی کی تاریخ مانگ رہے تھے۔" سہیل نے مزید بتایا۔

"کوئی حرج نہیں جس طرح وہ چاہیں گے ہم کریں گے۔" سہیل نے سر ہلایا' وہ سب آنے والے دنوں کا لائحہ عمل ترتیب دینے لگے تو رابعہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آ گئی۔

وہ ابھی بھی حیرت زدہ تھی' وہ جس شخص کو ہمیشہ ماموں سمجھتی رہی وہ آج اس کے باپ کی حیثیت سے موجود تھا۔ وہ صحن کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی' اسے اپنے باپ کا ماضی یاد آنے لگا کیا کچھ برداشت کیا تھا انہوں نے۔ ان حالات کو سوچ کر عجیب سا خوف پیدا ہونے لگا تھا اس کی ماں اس کے بہن بھائی' کاش وہ ان رشتوں کو دیکھ سکتی' محسوس کر سکتی لیکن وہ سب جل کر راکھ ہو چکے تھے کبھی نہ ملنے کے لیے۔ ان کی اذیت ناک موت کا تصور کرتے اس کا دل غم کی اتھاہ میں ڈوبنے لگا تھا۔ اس کے دل میں فیضان کے لیے موجود محبت میں ایک دم شدید اضافہ ہو گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

زہرہ پھپھو نے بتایا کہ وہ حماد کی شادی کی تاریخ طے کر چکی ہیں۔ مصطفیٰ اور شہوار نے سنا تو دونوں ہی پریشان ہو گئے۔ شہوار کو رہ رہ کر ولید پر غصہ آ رہا تھا۔

"آپ کو اسی لیے بتایا تھا کہ وہ آپ کے دوست تھے' آپ ان کو سمجھاتے انا جو غلطی کر چکی تھی اب وہی غلطی ولید بھائی کر رہے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔" وہ مصطفیٰ سے الجھ رہی تھی اور مصطفیٰ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"تمہارا خیال ہے میں نے اسے تمام حقیقت بتا کر سمجھایا نہیں ہوگا۔"

"اگر سمجھایا ہوتا تو آج یہ رزلٹ تو نہ ہوتا۔"

"کیا کروں تم دونوں بہن بھائی ایک جیسی عقل کے ہو' تمہاری عقل میں جو بات سمانے میں مہینوں لگے تھے وہ بھلا کیسے اتنی جلدی سمجھ لیتا۔"

"کون دونوں بہن بھائی؟" شہوار الجھی تو مصطفیٰ سنبھلا۔

"میرا مطلب ہے تمہاری طرح ولید بھی کچھ ضد پڑا ہوا ہے جب سب کچھ ہاتھ سے نکل جائے گا تو تب عقل آئے گی۔"

"اللہ نہ کرے۔" شہوار نے گھورا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"میں ولید سے بات کرتا ہوں بلکہ میں سوچ رہا ہوں ولید سے ملنے کے بعد پھپھو اور حماد سے بھی بات کروں گا۔"

"اور ولید بھائی نہ مانے تو؟" شہوار کے لہجے میں خدشات تھے۔

"تو میں افسوس ہی کر سکتا ہوں پھر۔"

"وہ آپ کے دوست ہیں آپ ان کو قائل کر ہی سکتے ہیں نا؟" وہ کسی امید کے تحت بولی۔

مصطفیٰ نے سر ہلایا' وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ وہ وہاں سے سیدھا آفس آیا' آفس میں کچھ ضروری کام تھے وہ دیکھے اور پھر وہ ولید کے آفس کی طرف چلا آیا۔ ولید سے سلام دعا کے بعد وہ آرام سے بیٹھ گیا۔

"شہوار ٹھیک ہے نا؟"

"فی الحال تو ٹھیک ہی ہے لیکن تمہیں کوس رہی تھی۔"

"کیوں؟" ولید کو تعجب ہوا۔

"پھپھو نے رات کو بتایا تھا کہ وہ حماد اور انا کی شادی کی تاریخ فکس کر چکی ہیں۔"

"اوہ......" ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے یار تم سب کچھ جان چکے ہو اس کے باوجود یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"

"تو کیا کروں' محترمہ انا صاحبہ کے سامنے جا کر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاؤں اور درخواست کروں کہ مجھے قبول کر لو۔" ولید کا انداز

بہت تلخ تھا۔"وہ جس طرح میری ذات کو ٹارچر کرتی رہی ہے یہ سب حقیقت جان کر میں خاموش ہوں تو یہی بہتر ہے ورنہ جی تو چاہتا ہے کہ ایک منٹ کی تاخیر کیے بغیر اس کا حشر نشر کردوں۔" ولید جذباتی ہورہا تھا' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"یعنی انا کی شادی حماد سے ہوجائے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔ فرق تو کیا پڑتا اس کی پوری ذات ڈسٹرب ہوچکی تھی لیکن وہ پھر بھی سکون سے رہ رہا تھا۔

"دیکھو اگر تم اس معاملے میں سنجیدہ نہ ہوئے تو مجبوراً مجھے بابا صاحب اور پھپھو کو اس معاملے میں انوالو کرنا پڑے گا۔" ولید نے غصے سے کہا۔

"میں جانتا ہوں تمہاری عزت نفس پر چوٹ لگی ہے تم دکھی ہوئے ہو لیکن میں تمہیں ساری عمر پچھتاتے نہیں دیکھ سکتا۔ بہتر ہے تم خود اس معاملے کو ہینڈل کرلو ورنہ پھر میں اپنے انداز میں اس کو ڈیل کروں گا۔" ولید نے گھورا تو مصطفیٰ مسکرادیا۔

"بابا صاحب چاہتے ہیں کہ تم اب ان کے ساتھ رہو۔" مصطفیٰ نے موضوع بدلا تو ولید کے اعصاب کچھ پرسکون ہوئے تھے۔

"وہ حویلی جانا چاہتے ہیں وہ سارے خاندان میں تمہیں متعارف کروانا چاہتے ہیں۔"

"شہوار کو بتادیا سب کچھ؟" ولید نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ایک دو دن میں بتاؤں گا۔" ولید نے سر ہلایا۔

مصطفیٰ اس سے انا اور حماد کے معاملے میں ڈسکس کرنے لگ گیا تو ولید خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

❀......❀......❀

عبدالقیوم کو ایاز کی موت کی خبر ملی تھی' اس نے کسی آدمی کے ذریعے گھر رابطہ کیا تھا گھر پر پولیس کا پہرہ تھا وہ آدمی پکڑا گیا۔ امجد خان کے ٹارچر سیل میں اس آدمی نے چند گھنٹوں میں ہی عبدالقیوم کے ٹھکانے کا راز اگل دیا تھا۔ وہ آج کل اسی شہر میں ہی کسی جگہ روپوش تھا۔ امجد نے فوراً مصطفیٰ سے رابطہ کیا اور پھر اس کی ہدایات کے مطابق خود نفری لے کر روانہ ہوا گیا تھا سب کچھ بہت رازداری سے کیا گیا تھا۔ رات کے وقت عبدالقیوم کو ان سب نے جالیا تھا۔ عبدالقیوم صبح تک لاک اپ میں آچکا تھا۔ عبدالقیوم کے گناہوں کا وہ سلسلہ جو ایک نسل تک محیط تھا بالآخر آج اختتام پذیر ہوگیا تھا۔

عبدالقیوم بزنس کی دنیا کا ایک نام تھا اس کی گرفتاری کوئی چھوٹی بات نہ تھی۔ مصطفیٰ نے پریس کانفرنس بلالی تھی اور میڈیا میں ہمایوں سے عبدالقیوم بننے تک کی ساری داستان موجود تھی۔ مصطفیٰ کے وہ دو تین دن بہت مصروف گزرے تھے۔ اگلے چند دنوں میں عدالت کے ذریعے عبدالقیوم کے تمام اثاثوں کو تحویل میں لینے اور اس کے ریمانڈ میں لینے کا حکم مل گیا تھا۔ اور پولیس کسٹڈی میں آتے ہی عبدالقیوم نے اپنے ماضی کے تمام گناہوں کا اعتراف کرلیا تھا۔ لالہ رخ کی ساری پراپرٹی حاصل کرنے کے بعد اس نے سکندر کو قتل کرواکر اس کی بچی سمیت نہر میں پھنکوادیا اس کے بعد لالہ رخ کو بھی مروانا چاہتا تھا لیکن لالہ رخ بھاگ نکلی تھی۔ اس کو یقین تھا کہ لالہ رخ اپنے گھر گئی ہوگی سو اس نے اپنے بندوں کو اس کے پیچھے دوڑایا تھا۔ لالہ رخ اور اس کے بچوں کو گھر میں بند کرکے گھر کو آگ لگادی تھی اور اس طرح وہ اپنے خلاف تمام ثبوت ختم کرواچکا تھا۔

اس کے بعد اسی دن وہ شہر چھوڑ گیا تھا اور دو دن بعد وہ بیرون ملک شفٹ ہوگیا تھا۔ کچھ دن بعد اس نے اپنے بیوی بچوں کو بھی بلوالیا تھا اور پھر ایک نئے نام کے ساتھ طویل عرصے تک باہر رہنے کے بعد وہ اپنی فیملی سمیت واپس لوٹا تھا اب یہاں لوگ اسے ایک بہت بڑے بزنس مین کے طور پر جاننے لگے تھے اب اس کا نام کے ساتھ عزت اور پہچان تھی۔ اس کی نئی حیثیت' نیا نام نئی پہچان بن گئی تھی اس طرح وہ مختلف دھوکوں سے لوگوں سے ان کی پراپرٹی ہتھیالیتا تھا۔ یہ سلسلہ نجانے کب تک چلتا لیکن پولیس کی ہٹ لسٹ میں اس کا بیٹا ایاز آچکا تھا اور پھر یہاں سے اس کی بربادی کی کہانی شروع ہوئی تھی اور آج وہ پولیس کی تحویل میں تھا اس کے تمام اثاثے ضبط کرلیے گئے تھے اور اس کی حالت انتہائی قابل ترس تھی۔ عبدالقیوم کے گھر سے پولیس کا پہرہ ہٹادیا گیا تھا۔

بیگم عبدالقیوم بیٹے کی لاش دیکھ لینے کے بعد مسلسل سکتے میں تھیں اور جب عبدالقیوم کو پولیس کی تحویل میں دیکھا تو ان کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا۔ وہ سارے گھر میں چیختی چلاتی' چیزیں توڑتی پائی جانے لگی تھیں ڈاکٹر کے مطابق شدید صدمات نے ان کے ذہنی توازن کو متاثر کیا تھا۔ ان کو علاج کے لیے ہسپتال میں منتقل کردیا گیا تھا جبکہ گھر میں صرف عادلہ اور کاشفہ رہ گئی تھیں۔ کاشفہ ایک

جذباتی بے حس لڑکی تھی بھائی کی موت اور باپ کی گرفتاری نے اس پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں کیا تھا جیسے ہی پولیس کا پہرہ ہٹا وہ پھر سے اپنی روٹین میں آ گئی تھی وہی سب سے ملنا ملانا اور پرانی حرکتیں۔ وہ زخمی ناگن کی طرح ہر وقت ولید اور رانا کی ٹوہ میں رہنے لگی تھی جبکہ عادلہ کے وجود میں ایک مثبت تبدیلی آئی تھی۔ وہ جو تمام عمر اپنے حسن، دولت و جائیداد اور امارت پر فخر محسوس کرتی رہتی تھی آج سارا فخر ملیامیٹ ہو چکا تھا۔

وہ لوگ جو پہلے اس کے حسن سے مرعوب تھے اب اس کی طرف نگاہ تک نہ اٹھاتے تھے۔ لوگوں کی نگاہ میں ان کے لیے نفرت تھی اس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا اسے اب اللہ یاد آنے لگا۔ اسے اپنے بھائی اور باپ کے وہ تمام مظالم یاد آنے لگے تھے جن کی وہ چشم دید گواہ تھی جس پر وہ غرور کیا کرتی تھی۔ وہ اپنے باپ سے ملنے جاتی تو اس کا باپ ایک عبرت کا نشان بنا ہوا تھا وہ حیرت اور غم زدہ نگاہوں سے اپنے گھر کو بکھرتے اجڑتے اور ملیامیٹ ہوتے دیکھ رہی تھی۔ آج دولت کا لالچی ناگ ان کا سب کچھ نگل چکا تھا۔ وہ ہسپتال جاتی تو اپنی ماں کی قابل رحم حالت کو دیکھ کر گم صم ہو جاتی تھی۔ اس کی ماں نے حالت جنوں میں ایک ڈاکٹر پر حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں اس کی ماں کو اب زنجیروں سے جکڑ دیا گیا تھا۔

کچھ دن بعد ڈاکٹر نے اس کی ماں کو ناقابل علاج قرار دیتے ذہنی امراض کے ہسپتال میں منتقل کر دیا تھا اور بس یہ تھی غربت سے دولت کے معمول تک کی ایک طویل داستان۔ عادلہ سب کو عبرت کا نشان بنتے دیکھ کر گم صم ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁

ابوبکر فیضان صاحب کے سمجھانے پر سہیل کے ہمراہ اپنے والد کے پاس آیا تھا۔ وہ پہلے بھی ایک دو بار آیا تھا لیکن باپ موجود نہ تھا اور وہ گھر کے اندر نہیں گیا تھا' واپس لوٹ جاتا تھا لیکن اس بار سہیل ہمراہ تھا اور خوش قسمتی سے اس دن اس کے والد گھر پر تھے۔

''ابوبکر تم!'' والد نے اسے دیکھ کر فوراً پہچانا اور فرط جذبات سے اسے سینے سے لگا لیا۔

''کوئی اس طرح بھی ناراض ہو کر باپ سے جدا ہوتا ہے' جانتے ہو میں نے تمہیں کہاں کہاں تلاش نہیں کیا۔'' وہ رو دیئے اور ایک عرصے بعد ابوبکر کو ایک ندامت نے آ لیا تھا۔

وہ اپنے باپ کو ہمیشہ قصوروار سمجھتا تھا لیکن آج دل میں کوئی شکوہ نہ تھا' وہ ان دونوں کو گھر کے اندر لے گئے تھے۔ انہوں نے اسے اپنی بیوی اور بچوں سے ملوایا تھا۔

ابوبکر اب زندگی کے جس مقام پر تھا اسے کسی سے کوئی گلہ نہ تھا سو وہ خوش دلی سے سب سے ملا تھا' حتیٰ کہ اپنی سوتیلی ماں سے بھی۔

''یہ میری شادی کا کارڈ ہے آپ ضرور تشریف لائیے گا۔'' کچھ توقف کے بعد ابوبکر نے کارڈ ان کو دیا تو انہوں نے بہت دکھی کیفیت میں بیٹے کو دیکھا۔

''شادی کر رہے ہو اور باپ کو خبر ہی نہیں۔'' ان کے لہجے میں دکھ تھا۔

''آپ کو انوائٹ کر رہا ہوں نا۔''

''غیروں کی طرح۔'' باپ کے انداز میں شکوہ تھا۔

''آپ نے تو کبھی مجھے حقیقی بیٹے کا احساس نہ ہونے دیا تھا۔'' شکوہ لبوں سے پھسلا۔

''میرے ماضی کی غلطیوں کو میرا جرم بنا دیا تم نے۔'' ان کا لہجہ غم زدہ تھا' ابوبکر خاموش ہو گیا۔

''کہاں رہ رہے ہو؟'' باپ نے پوچھا۔ جواباً ابوبکر نے اپنی رہائش کا بتا دیا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم واپس لوٹ آؤ۔'' انہوں نے کہا۔

''میں اب اپنی زندگی میں سیٹل ہوں آپ ٹینشن نہ لیں مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں بس میں چاہتا ہوں کہ آپ میری شادی میں میرے باپ کی حیثیت سے شامل ہوں۔'' انہوں نے سر ہلا دیا تھا ان کی بیوی خاموش تھی اور بچے بھی۔ وہ دونوں کچھ دیر بیٹھے اور وہاں سے چلے آئے تھے۔

سہیل ابوبکر کے حالات سے واقف تھا اس نے کوئی سوال نہ کیا تھا۔ شام میں ابوبکر اپنے فلیٹ میں تنہا تھا جب اس کے فلیٹ کا

دروازہ بجا اس نے دیکھا اس کا باپ تھا۔
ابوبکر کو شدید خوشی نے آلیا تھا اس کا چہرہ ٹمٹمانے لگا تھا۔ اس کا باپ اس کے گھر میں تھا یعنی اس کے باپ کے دل میں اب بھی اس کے لیے جگہ موجود تھی یہ خیال ہی اس کو توانا کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس نے بہت پرجوش انداز میں اپنے باپ کو ویلکم کیا تھا۔

❀......❀......❀

انا کے ایگزیمز قریب تھے وہ کسی کام سے کالج آئی تھی' مختلف لوگوں سے ملنا تھا چند ایک اساتذہ سے بھی۔ وہ سب سے مل کر باہر نکل رہی تھی جب ہاشم اینڈ گروپ سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔ وہ ایگزیمز کی تیاری کے بارے میں پوچھنے لگی' وہ سب کو بتاتی پلٹی تو چونکی۔

گیٹ کے باہر کاشفہ تھی اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے' کاشفہ کو دیکھ کر انا کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

''اینی پرابلم۔'' ہاشم نے شاید اس کے چہرے کی بدلتی رنگت نوٹ کر لی تھی سو فوراً پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے بمشکل مسکرانا چاہا اس کا ڈرائیور موجود تھا وہ سب کو اللہ حافظ کہہ کر فوراً کاشفہ کو نظر انداز کرتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔

ہاشم نے اسے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر جاتے دیکھا اور پھر کاشفہ کو دیکھا جو بہت عجیب نگاہوں سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسی سمت چلی گئی تھی جس سمت انا گئی تھی۔ ہاشم نے نوٹ تو کیا تھا لیکن توجہ نہ دی تھی۔

رستے میں ڈرائیور نے کچھ آگے جا کر فوٹو اسٹیٹ والی دکان کے سامنے گاڑی روکی تھی کاشفہ بھی عقب میں تھی۔ انا نے قطعی دھیان نہ دیا تھا اس نے کچھ نوٹس ڈرائیور کو دیے تھے ڈرائیور نوٹس لے کر شاپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ انا سنجیدگی سے بیٹھی ہوئی تھی جب کاشفہ نے اس کی کھڑکی کے ادھ کھلے شیشے کو بجایا۔ انا کاشفہ کو دیکھ کر خوف زدہ ضرور ہوئی تھی لیکن ساتھ ہی شدید نفرت کے ریلے نے آلیا تھا۔

''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ ولید کو کچھ بھی نہیں بتاؤ گی۔'' وہ پھنکاری۔

''میں نے جتنا خوف زدہ ہونا تھا ہولیا لیکن میں اب تمہاری کسی بھی دھمکی سے نہیں ڈرنے والی۔'' وہ اس سے زیادہ تلخی سے بولی تھی۔ سارے نقصان اس کے حصے میں آئے تھے وہ اب کیوں ڈر ڈر کر جیتی۔

''ولید کو میرے خلاف کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔'' کاشفہ جیسی نہایت حسین و جمیل لڑکی کا چہرہ اس وقت نفرت کے شدید احساس سے سیاہ ہو رہا تھا۔ انا نے سر جھٹک کر دوسری سمت دیکھا۔

''لیکن تم نہیں جانتی میں تمہارا کیا حشر کرنے والی ہوں۔'' اس کے لہجے میں اژدھوں کی سی پھنکار تھی انا نے الجھ کر دیکھا لیکن اگلے ہی پل وہ ساکت ہوئی تھی۔ کاشفہ کے ہاتھوں میں کوئی چیز تھی اس نے اس ہاتھ میں موجود چیز کا ڈھکن کھولا تھا انا کی آنکھیں پھٹی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی اس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور انا اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کر بے اختیار چیخی تھی۔

❀......❀......❀

مصطفیٰ اپنے آفس میں تھا جب ولید کی کال آئی تھی۔ مصطفیٰ بھاگم بھاگ اسپتال پہنچا۔ وہاں پہنچا تو احسن، ولید، وقار صاحب بھی موجود تھے۔

''کیا ہوا خیریت؟'' اس نے پوچھا تو ولید نے لب بھینچ لیے تھے جبکہ احسن نے ایک گہرا سانس لیا۔

''ولید نے بتایا تھا کہ کاشفہ نامی لڑکی نے انا پر تیزاب پھینکا ہے کیا واقعی سچ ہے۔'' اس نے پھر اپنا سوال دہرایا جبکہ ولید کا چہرہ بہت سنجیدہ اور تکلیف دہ تھا وقار صاحب نڈھال سے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور احسن کو ڈاکٹر نے آواز دی تو وہ اس جانب چل دیا۔

''بتاتے نہیں کیا ہوا ہے؟'' مصطفیٰ نے پھر ولید کو جھنجوڑا تو اسی وقت ایک طرف سے ہاشم مصطفیٰ کے سامنے آرکا تھا۔

''السلام علیکم کیسے ہیں مصطفیٰ صاحب۔'' اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور مصطفیٰ نے الجھ کر دیکھا۔

''ہاشم کہتے ہیں مجھے انا کا کالج فیلو ہوں۔'' مصطفیٰ کو ایک دم یاد آیا تھا کہ وہ اسے جانتا ہے۔
مصطفیٰ نے اس سے مصافحہ کیا تو وہ مصطفیٰ کو لے کر ایک طرف چل دیا اور ولید وہ بہت سنجیدگی سے وقار صاحب کے ساتھ بیٹھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینے لگ تھا۔

❁.......❁.......❁

سہیل ایک دو دن کے پرانے اخبارات اور کچھ میگزین لایا تھا۔ وہ سب چیزیں لا کر اس نے فیضان صاحب کو دی تھیں اور فیضان صاحب نے جب ان اخبارات کا جائزہ لیا تو ایک دم ساکت ہوگئے تھے۔ تقریباً ہر اخبار میں عبدالقیوم نامی شخص سے متعلق ایک ہی کہانی تھی۔ فیضان صاحب نے بغور سب اخبارات اور میگزین کا جائزہ لیا اور پھر آخر میں ایک گہرا سانس خارج کرتے ہوئے انہوں نے سہیل کو دیکھا۔

''شاید مکافاتِ عمل اسی کو کہتے ہیں۔'' سہیل نے سر ہلایا۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے

سہیل کے لہجے میں افسردگی تھی۔

''ظالم کی رسی کتنی ہی دراز ہو جائے آخر ایک نہ ایک دن پکڑ میں آ ہی جاتی ہے ایک لمبا عرصہ لگا لیکن آخرکار ظالم اپنے انجام تک پہنچ گیا کاش، ہم انسان اپنے انجام کی طرف نگاہ ڈال لیں تو دنیا میں زندگی گزارنا بہت آسان ہو جائے۔''

''بے شک دولت کی حرص انسان کو آخرکار تباہی کے دہانے پر ہی لاکر چھوڑتی ہے۔ مقامِ عبرت ہے اگر کوئی عبرت حاصل کرنا چاہے تو۔''

''قارون اپنے خزانوں سمیت زمین میں غرق کر دیا گیا تھا وجہ صرف ایک غرور تھا اور اس انسان نے تو زندہ انسانوں کی زندگیوں سے کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ زندہ جلا دیا میرا گھر میرے بچے اور میری بیوی کو اور بھی نجانے کس کس معصوم کی آہیں تھیں جو اس انسان کے ذمہ تھیں۔''

''دنیا سمجھتی ہے آپ مر چکے ہیں۔'' سہیل نے افسردگی سے کہا۔

''دنیا کا کیا ہے دنیا کو یقین دلانا کون سا مشکل ہے سمجھتی رہے ہمیں کسی سے کیا لینا ہم اپنی قناعت میں خوش ہیں۔'' ان کے لہجے میں تشکر اور قناعت تھی۔ سہیل نے سر ہلایا۔

''عباس کے والد صاحب کی کال آئی تھی ان کی فیملی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آنا چاہ رہی ہے کیا جواب دوں۔''

''یعنی ان لوگوں سے ملاقات کا وقت آ چکا ہے۔'' سہیل کے سوال کے جواب میں وہ بولے۔ ''اسی ہفتے کا کوئی سا بھی دن دے دو ملاقات کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کیا ڈیٹ دینی ہے۔'' سہیل نے سر ہلا دیا جبکہ فیضان صاحب کے چہرے پر گہری سوچ کے سائے تھے۔

❁.......❁.......❁

''مجھے یہ لڑکی مشکوک لگی تھی لیکن پھر میں نے نظرانداز کر دیا تھا مجھے بھی کالج روڈ پر ہی آنا تھا کچھ دور آیا تو چونکا تھا یہ لڑکی انا کو فالو کر رہی تھی مجھے لگا کہ جیسے کوئی گڑبڑ تھی میں نے بھی فالو کیا چند منٹ بعد انا کی گاڑی رکی تھی ڈرائیور شاید کچھ فوٹو اسٹیٹ کرانے گیا تھا تبھی یہ لڑکی اپنی گاڑی سے نکل کر انا کی گاڑی کے پاس جا رکی تھی ہاتھ میں کوئی چیز تھی نجانے کیوں مجھے لگا کہ جیسے کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے میں بھی قدرے فاصلے سے چلتا اس لڑکی کے عقب میں چند قدم کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا پہلے تو یہ لڑکی انا کو دھمکاتی رہی اور پھر اس نے ہاتھ میں تھامی بوتل کا ڈھکن کھولا تھا میں چونکا تھا مجھے لگا کہ کچھ غلط ہونے والا ہے میں فوراً لڑکی کی طرف بڑھا تھا اس نے بوتل میں موجود چیز انا کی طرف اچھالنا چاہی تھی ابھی کوشش کی تھی کہ میں نے عقب سے اس لڑکی کو دھکا دیا تھا بوتل میں موجود تیزاب اس لڑکی کے چہرے پر گرا تھا یہ لڑکی وہاں تڑپنے لگی تھی جبکہ گاڑی کے ادھ کھلے شیشے سے تیزاب کے محض چند قطرے ہی اندر گرے تھے۔'' ہاشم مصطفیٰ کے ساتھ آئے ہوئے ساتھی کو اپنا بیان ریکارڈ کرا رہا تھا کاشفہ کو ایمرجنسی میں لے جایا گیا تھا۔ واردات

پر موجود اور لوگوں نے بھی معاملے کی تصدیق کردی تھی مصطفیٰ کے ساتھی متحرک تھے۔
انا کے ہاتھوں پر محض چند قطرے گرے تھے باقی وہ ٹھیک تھی محض خوف اور صدمے سے دوچار تھی اسے گھر بھیج دیا گیا تھا جبکہ باقی یہ تینوں ہاشم اور ڈرائیور کے کام کرنے پر اسپتال آ گئے تھے۔
وہاں موجود سبھی لوگ اللہ کا شکر ادا کررہے تھے کہ انا بچ گئی تھی جبکہ کاشفہ کی حالت ازحد تشویش ناک تھی۔ یہ پولیس کیس تھا اگر مصطفیٰ نہ ہوتا تو یقیناً وہ لوگ بری طرح پھنس جاتے۔ ہاشم کے کالج فیلوز کا گروپ بھی آ گیا تھا انہوں نے بھی کالج کے گیٹ پر کاشفہ کی موجودگی کی تصدیق کرتے اپنا بیان ریکارڈ کرایا تھا۔ مصطفیٰ نے ان لوگوں کو ریلیکس ہوکر گھر جانے کا کہا اور خود کاشفہ کی فیملی سے رابطہ کرانے کی کوشش کی تو یہ جان کر ازحد حیران ہوا کہ کاشفہ کوئی اور نہیں عبدالقیوم کی بیٹی اور عادلہ کی بہن تھی۔ مصطفیٰ شدید دھچکے کا شکار ہوا۔
عبدالقیوم کی ساری فیملی ہی اخلاقی لحاظ سے اس قدر زوال پذیر تھی کہ کوئی بھی ان کے شر سے نہیں بچا ہوا تھا۔ کیا باپ، کیا بہن اور کیا بھائی سبھی ایک ہی رستے پر تھے۔ مصطفیٰ پولیس کو ہدایات دیتے اور ڈاکٹرز سے بات کرتے خود بھی ولید کی طرف چلا آیا تھا۔ ہاشم کو بھی اس نے گھر جانے کا کہہ دیا تھا۔ وہ ولید کی طرف آیا تو سبھی لاؤنج میں جمع تھے آج افشاں بھی ادھر ہی موجود تھیں انا صبوحی بیگم کے ساتھ لگی شدت سے رو رہی تھی جبکہ وقار صاحب کا غم و صدمے سے برا حال تھا۔
ان کے تاثر میں اب ساری کہانی آ ئی تھی بلکہ وہ کیا احسن نے ضیاء صاحب، صبوحی بیگم اور افشاں کو بھی ولید اور روشی نے سب بتادیا تھا سب کے سامنے وقار صاحب صدمے سے پھٹ پڑے تھے لیکن مصطفیٰ کی آمد پر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔
مصطفیٰ نے انا کی خیریت پوچھی۔ اس کے ہاتھوں پر جو قطرے گرے تھے اس سے اس کے دونوں ہاتھ کئی جگہوں سے جھلسے ہوئے تھے لیکن بروقت چہرے پر ہاتھ رکھ لینے سے اس کا چہرہ بچ گیا تھا۔ ولید لب بھینچے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا جبکہ باقی بھی حسب ضرورت اس کی دل جوئی کررہے تھے۔ مصطفیٰ کو ولید کا یہ ٹھس انداز قطعی نہیں بھایا لیکن اب وہ اس معاملے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ کچھ دیر ان لوگوں میں بیٹھا انا کو تسلی دی بھی انا کافی حد تک خوف زدہ ہوگئی تھی سبھی اسے سنبھال رہے تھے۔
ساری صورت حال کا علم ہونے پر بہت زیادہ صدمہ تو صبوحی بیگم کو بھی تھا لیکن شوہر کی طرح وہ اس پر گرجی برسی نہ تھیں بلکہ پیار و محبت سے اس کی دل جوئی کررہی تھیں مصطفیٰ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد رخصت ہوگیا تھا۔ روشی انا کو اس کے کمرے میں لے آئی تھی۔ بہلا پھسلا کر دودھ پلا کر اسے نیند کی گولی دی تھی کچھ دیر بعد وہ سوگئی تھی۔ اس ساری خواری میں سارا دن نکل گیا تھا۔ وقار صاحب نے سبھی کو اپنے کمرے میں بلالیا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر ساری صورت حال جاننا چاہی تھی روشی اور ولید کو جو علم تھا سب کچھ بتادیا وہ بہت دیر تک اپنی بے وقوف بیٹی کی عقل کو کوستے تاسف کا شکار ہوتے رہے تھے۔
''اب جبکہ ساری بات کھل چکی ہے تو میرا خیال ہے حماد والے رشتے پر نظر ثانی کرلینی چاہیے۔'' ضیاء صاحب نے فوراً دل کی بات کہی۔
''میں زبان دے چکا ہوں اب میں زبان دے کر پھرنے والوں میں سے نہیں ہوں ویسے بھی انا کو اس کی بے وقوفی کی سزا ملنی چاہیے۔'' ان کا انداز قطعی تھا۔
سب نے ایک دوسرے کو دیکھا' ضیاء صاحب نے سنجیدگی سے وقار کو دیکھا' ان کا انداز پرسوچ تھا جبکہ وقار صاحب کا انداز قطعی۔

❁.......❁.......❁

سب کا خیال تھا کہ شہوار کو اب سب بتادینا چاہیے ویسے بھی وہ اب کافی بہتر تھی اور اپنی اسٹڈی کی طرف توجہ دے رہی تھی دریہ بھی دو دن پہلے واپس انگلینڈ جاچکی تھی سبھی پرسکون اور مطمئن تھے۔
بابا صاحب نے اسے اپنے پاس بلالیا۔ افشاں بھی وہیں موجود تھیں آج کل وہ دن کے اوقات میں یہیں پائی جاتی تھیں جبکہ رات کے وقت وہ ولید کی طرف چلی جاتی تھیں شہوار ان کی روٹین سے قطعی بے خبر تھی۔ رات کا وقت تھا مہرالنساء بیگم اور مصطفیٰ بھی پاس تھا آج وہ دن میں انا کی طرف گئی تھیں لیکن اب رات میں ادھر ہی تھیں۔

مصطفیٰ نے بات کا آغاز کیا تو شہوار ابھی اور پھر افشاں اور بابا صاحب نے بھی جب اسے سب کچھ بتایا تو وہ کئی ثانیوں تک بے یقینی کی کیفیت میں افشاں کو دیکھتی رہی تھی۔

''نہیں...... یہ نہیں ہوسکتا یہ بھلا کیسے ممکن ہے۔'' وہ یقین کرنے کو تیار ہی نہ تھی لیکن سب نے جو حقائق بتائے وہ بھی نظر انداز کیے جانے والے نہ تھے وہ ایک دم رونے لگ گئی تھی۔ افشاں نے بہت محبت سے ساتھ لگالیا تھا۔

وہ اسے اپنی ساری زندگی کے حالات بتاتی رہی تھیں بابا صاحب اپنا ماضی سناتے رہے تھے اور شہوار وہ عجیب سے غم کا شکار تھی۔ افشاں کے وجود سے اسے ماں کی محبت، شفقت اور ممتا ملی تھی وہ بھلا کیسے مان لیتی کہ وہ اس کی ماں نہ تھیں بلکہ اس کے حقیقی ماں باپ تو نجانے کب کے مرچکے تھے۔ اوپر سے ولید اس کا بھائی تھا حقیقی بھائی۔ ولید کے وجود میں اسے ہمیشہ ایک انسیت کا احساس ملا تھا لیکن وہ اس کا بھائی تھا یہ بھلا کیسے ممکن تھا۔

وہ رات شہوار پر بہت بھاری تھی کچھ دیر بعد وہ بابا صاحب کے کمرے سے واپس آئی لیکن باقی ساری رات اس کی بہت بری گزری تھی۔ مصطفیٰ اس کے پاس تھا اس کا دل بہلانے والا اسے سمجھانے والا۔ سب حالات بتا کر قائل کرنے والا اور پھر جب اسے یقین آنے لگا تو دل میں نئے درد جاگنے لگے تھے وہ کتنی بدنصیب تھی اسے ماں باپ میں سے کسی کا بھی سایہ نصیب نہ ہوا اور بھائی جیسی نعمت ہونے کے باوجود وہ زندگی کے ہر مقام پر بے نام ونشان ہونے کے طعنے سہتی رہی تھی اور اپنے خاندان میں پلنے کے باوجود وہ اپنے خاندان کے لیے ایک اجنبی بن کر رہی تھی۔ ہر ایک کے لیے ایک سوالیہ نشان۔ وہ ساری رات اپنے مرے ہوئے والدین کو یاد کرکے روتی رہی تھی۔ اسے عبدالقیوم جیسے شیطان صفت لوگوں سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی جن لوگوں کی ہوس نے اس کا سارا گھر اجاڑ ڈالا تھا۔ اس کے دل میں افشاں ان کے لیے عقیدت کا گہرا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا انہوں نے اپنی ساری زندگی اس کی خاطر تیاگ دی تھی۔

ایک گھر، شوہر اور بیٹی ہونے کے باوجود انہوں نے ایک لمبا ہجر کاٹا تھا اور ولید اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچ جائے۔ اس نے ہمیشہ خواہش کی تھی کہ کاش اس کا کوئی بھائی ہوتا جو ہر قسم کے سرد وگرم میں اس کی پناہ گاہ بن جاتا اور آج اسے بھائی مل گیا تھا۔ وہ رات اس کے لیے بڑی اذیت ناک تھی۔ مصطفیٰ کی محبت، تسلی دلاسے کچھ بھی تو کام نہیں آرہا تھا۔ اس رات کی صبح بڑی عجیب سی تھی وہ بمشکل صبح کا انتظار کرپائی تھی چھ بجتے ہی اس نے مصطفیٰ سے ولید سے ملنے کا کہا' مصطفیٰ اس کی بے قراری سمجھ سکتا تھا اس نے انکار نہ کیا۔ اسی طرح وہ گھر والوں کی اجازت سے افشاں کے ہمراہ اسے لے کر ولید کی طرف آ گیا تھا وہ لوگ ابھی ناشتے کی تیاریوں میں تھے۔ ان لوگوں کو اس قدر صبح آتے دیکھ کر چونکے تھے۔ مصطفیٰ ولید کو پہلے ہی کال کرچکا تھا وہ لاؤنج میں ہی موجود تھا باقی سب بھی وہیں آگئے تھے۔

شہوار بڑے بے اختیار انداز میں ولید کی طرف بڑھی لیکن قریب جاکر رک گئی تھی غم زدہ ولید بھی تھا۔

''بھائی......'' وہ پکاری تو ولید نے خود آگے بڑھ کر اسے ساتھ لگالیا اور بھائی کی قربت پاتے ہی وہ ٹوٹ کر بکھری تھی۔

اسے بچپن سے لے کر اب تک کے تمام دکھ رلا گئے تھے تمام حسرتیں دل ودماغ کے دروازوں پر دستک دینے لگی تھیں۔ اور پھر وہ ٹوٹ کر روئی بھی اتنا زیادہ کہ افشاں کو خود آگے بڑھ کر اسے ولید سے جدا کرنا پڑا تھا۔ ولید کی آنکھیں نم ناک تھیں مصطفیٰ بھی افسردہ تھا اور وہاں موجود باقی سبھی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''بس صبر کرو بیٹا۔ جو بیت گیا اسے بھول جاؤ تم اب بھی میری بیٹی ہو میری روشی کی طرح، میری دعا ہے اللہ اب ہمیں کسی بھی غم سے دور رکھے آمین۔'' افشاں اس کا سر تھپتھپا کر اسے سنبھال رہی تھیں اور وہ سسکیاں بھرتے ہلکورے لیتے جسم سے بس روئے جارہی تھی۔

❀ ❀ ❀

کاشفہ کی طبیعت اب بہتر تھی لیکن اس کا چہرہ تیزاب گرنے سے جھلس گیا تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹرز نے اسے مسلسل ٹرینکولائزر کے زیر اثر رکھا تھا عادلہ اس کے پاس آچکی تھی عادلہ عجیب سی کیفیت میں تھی۔ کاشفہ کو جب بھی ہوش آتا وہ چیخنے چلانے لگتی تھی وہ انا کو گالیوں سے نوازتے بدزبانی کرنے لگتی تھی۔ مصطفیٰ نے شہوار کو انا کی طرف ہی چھوڑ دیا تھا تبھی اسے کاشفہ والے سانحہ کا علم ہوا تو وہ

حیران ہوئی تھی۔

"اتنا کچھ ہوا اور مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔" وہ شکوہ کناں ہوئی۔

"تمہاری طبیعت کے پیش نظر کسی نے ذکر نہیں کیا ہوگا۔" انا نے اسے تسلی دی وہ دونوں اس وقت انا کے کمرے میں تھیں۔

"کتنی عجیب سی بات ہے مجھے تو لگتا ہے کہ میں اب بھی کوئی خواب دیکھ رہی ہوں آنکھ کھلے گی تو سب کچھ بدلا ہوا ہوگا۔"

"مجھے بھی جب سب حقیقت کا علم ہوا تو ایسا ہی لگا تھا۔" انا نے کہا تو شہوار نے اسے بغور دیکھا۔ وہ بڑی پژمردہ اور رنجیدہ سی تھی۔

"اب تو سب کو ساری بات کا علم ہو چکا ہوگا؟" انا نے محض سر ہلایا۔

"انکل کا کیا ری ایکشن ہے؟"

"بہت خفا ہیں مجھے تو دیکھ کر رخ موڑ لیتے ہیں بات کرنا تو دور کی بات ہے۔" شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ولی کو تم لوگوں نے بتایا تھا نا؟" کچھ توقف کے بعد اس نے پوچھا تو شہوار نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہمارا خیال تھا کہ اس طرح تم جو خود کو سزا دینے پر تلی ہوئی ہو اس میں کمی آ جائے گی لیکن ولی بھائی تو اور زیادہ ضد پر اتر آئے ہیں۔"

"یہ سب میرا قصور ہے میری بے وقوفی سے سزا تو مجھے ملنی ہی تھی۔"

"مجھے کاشفہ پر بہت ترس آ رہا ہے اور کتنی حیرت کی بات ہے یہ کاشفہ ایاز کی بہن نکلی یہ تو سارا خاندان ہی اخلاقی لحاظ سے انتہائی زوال پذیر تھا ماں باپ کیا اولاد تک اس روش پر تھی۔" انا خاموش رہی تھی تو شہوار نے اس کے ہاتھ تھام کر اس کے ہاتھ کی پشت پر بنے آبلوں کو دیکھا سرخ و سفید ہاتھوں پر آبلے بڑے تکلیف دہ تاثر دے رہے تھے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا شکر ہے اللہ نے تمہیں بچا لیا اور اپنے ہی دام میں شکاری آ گیا۔" انا خاموش رہی اور شہوار نے بہت نرمی سے اس کے ہاتھوں پر آئنٹمنٹ لگانا شروع کیا۔ وہ پچھلے دو دن سے انا ہی کی طرف تھی افشاں اور ولی اس کا بہت خیال رکھ رہے تھے مصطفیٰ بھی رات میں چکر لگاتا تھا۔ دونوں سہیلوں کو ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا دل کھول کر بھڑاس نکالنے کا موقع ملا تو کسی نے مداخلت نہ کی تھی۔ ویسے بھی سب چاہ رہے تھے کہ دونوں زندگی کے جس جس بھنور میں پھنسی ہوئی ہیں کہہ سن کر جی کا بوجھ ہلکا کرتے بہت جلد اس سے باہر نکل آئیں۔

❁ ❁ ❁

وہ لوگ آج سہیل کی طرف انوائیٹ تھے۔ شاہزیب صاحب، زہرہ پھپو، محسن انکل اور مہرالنساء بیگم کے ساتھ ساتھ عائشہ اور صبا ان کے شوہر بھی تھے لائبہ کی جگہ عباس آیا تھا مصطفیٰ کام میں بزی تھا۔ وہ نہیں آسکا تھا اور شہوار گھر میں لائبہ کے ساتھ رک گئی تھی۔

خواتین کا اندرونی کمرے میں بیٹھنے کا انتظام تھا جبکہ مرد حضرات کا بیٹھک میں فیضان صاحب مہمانوں کو ویلکم کرتے وقت موجود نہ تھے۔ شاہزیب صاحب کو عجیب سا لگا تھا انہوں نے سہیل سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ریفریشمنٹ کا سامان لینے نکلے ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ گھر آ گئے تھے ابوبکر بھی انوائیٹڈ تھا۔ ان کا چہرہ بہت سنجیدہ تھا انہوں نے سامان کچن میں پہنچا کر خود بیٹھک کا رخ کیا۔ سہیل اور ابوبکر مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو تھے ان کو آتے دیکھ کر بھی چونکے تھے۔

"یہ ماموں جان ہیں۔" سہیل نے تعارف کرایا تو سبھی گرم جوشی سے ملے تھے۔ جبکہ شاہزیب صاحب نے بہت سنجیدگی سے ان سے مصافحہ کیا تھا۔ وہ الجھے الجھے سے تھے۔

فیضان صاحب سب سے محو گفتگو ہو گئے تھے شاہزیب صاحب بھی شامل گفتگو تھے۔ اندرونی کمرے میں رابعہ صبا اور عائشہ میں گھری ہوئی تھی۔ وہ اس سے پہلے بھی مل چکی تھیں لیکن اس بار ملنا کسی اور نوعیت کا تھا۔ زہرہ کو بھی رابعہ پسند آئی تھی۔ بھابی سب کو ہینڈل کر رہی تھیں۔

مہرالنساء بیگم رابعہ کے لیے کچھ سوٹ، جیولری، کاسمیٹک اور بھی نجانے کیا کچھ لائی تھیں۔ باہر مردوں میں شادی کی ڈیٹ فائنل ہوئی تو ان خواتین نے حسب ضرورت سلامی دی تھی۔ ماں جی نے رابعہ کو کنگن پہنائے تھے۔ کھانے کے کچھ دیر بعد گفتگو ہوئی اور

پھر ان لوگوں نے رخصت چاہی تھی۔ فیضان صاحب ان لوگوں کو خود گاڑی تک رخصت کرنے گئے تھے۔ سب کچھ بہت خوش اسلوبی سے ہوا تھا۔
وہ لوگ گھر واپس آئے تو سیدھے بابا صاحب کے پاس آر کے تھے۔ مہر النساء بیگم اور زہرہ وہاں کا حال احوال سنانے لگ گئی تھیں جبکہ شاہزیب صاحب سنجیدہ تھے۔
"کیا بات ہے تم بہت خاموش ہو؟" دونوں خواتین چلی گئیں تو بابا صاحب نے بیٹے کو دیکھا۔
"نجانے کیوں مجھے لگ رہا ہے کہ میں سہیل کے ماموں سے پہلے کہیں مل چکا ہوں یا دیکھ چکا ہوں۔"
"ہوسکتا ہے کاروباری سلسلے میں تم ہزاروں لوگوں سے ملتے ہو۔"
"نہیں وہ اتنی بڑی کاروباری شخصیت نہیں ہیں پیشے کے لحاظ سے وہ چھوٹا موٹا کاروبار دوست کے ساتھ شراکت داری کی بنیاد پر کرتے ہیں اور ساتھ معلم ہیں۔"
"ہوسکتا ہے کہیں دیکھا ہو لیکن یاد نہ آ رہا ہو۔" وہ مسکرائے۔
"ویسے اخلاقی لحاظ سے بہت اچھے انسان تھے دو ماہ بعد کی تاریخ رکھی ہے شہوار بیٹی کے ایگزامز ہیں وہ بھی اس دوران کمپلیٹ ہوجائیں گے۔" وہ خوش دلی سے کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
باہر لڑکیوں نے عباس کو گھیر رکھا تھا اور خوب رونق لگا رکھی تھی۔
"دیکھیں ماں جی اس بار بھائی نے چن کر لڑکی تلاش کی ہے اگلے پچھلے سارے گلے شکوے ختم کردیے ہیں۔" عائشہ کو ذاتی لحاظ سے رابعہ بہت پسند آئی تھی۔
"ماشاء اللہ ہے بھی تو چندے ماہتاب بالکل شہوار کا پرتو لگی ہے مجھے تو۔" زہرہ پھوپو نے بھی کہا تو مہر النساء بیگم چونکیں۔
"ہاں مجھے بھی وہ کچھ شہوار جیسی ہی لگی تھی۔"
"شاید اس لیے کہ وہ انہی کی طرح سادہ اور دھیمے مزاج کی مالک ہیں۔" صبا نے بھی تبصرہ کیا۔
"اور اس دفعہ ایک تگڑا سا نیگ تیار رکھیے گا چھوٹی موٹی چیز پر ہم نہیں ماننے والے۔" لائبہ نے بھی دونوں بہنوں کے درمیان میں بیٹھے مسکراتے عباس کو کہا۔
"خالی نیگ کوئی اور بھی چیز مانگ لو مسکراہٹ نہیں دیکھ رہی تم لوگ ایسی مسکراہٹ ہو تو انسان کچھ زیادہ ہی مانگے۔" سجاد بھائی نے بھی اکسایا۔ بھی عباس کو خوب تنگ کررہے تھے شہوار بھی ان میں آ بیٹھی تھی۔
"کتنے مزے کی بات ہے، ہم دونوں اپنی جیٹھانی بیاہ کرلائیں گے۔" شہوار نے کہا تو لائبہ ہنسی۔
"آفاق کو تو سچ مچ ایک ماں مل جائے گی۔" صبا نے بھی لقمہ دیا تو مہر النساء بیگم مسکرائی۔
"اللہ میرے بچے کے نصیب اچھے کرے جب تمہارے بابا نے دریہ کا کہا تو میرا دل ہولا تھا لیکن رابعہ سے مل کر پہلا خیال ہی آفاق کا آیا تھا یقیناً یہ لڑکی آفاق کو سنبھال لے گی۔"
"ان شاء اللہ۔" زہرہ پھپو نے بھی کہا تو سبھی نے آمین کہا۔ رات گئے تک محفل جمی رہی تھی خوب رونق لگی ہوئی تھی ایک عرصے بعد اس گھر میں پھر سے خوشی کے قہقہے گونج رہے تھے۔ رات گئے مصطفیٰ لوٹا تھا اسے بھی سب نے گھسیٹ لیا تھا وہ بھی ان میں شامل ہوگیا تھا۔ صبا اور عائشہ تالیاں بجاتے گیت گانے لگی تھیں لائبہ اور شہوار بھی ان کا ساتھ دے رہی تھیں۔

ڈھولک میں تال ہے پائل میں چھن چھن
گھونگھٹ میں گوری ہے، سہرے میں ساجن
جہاں بھی یہ جائیں بہاریں ہی چھائیں
خوشیاں ہی پائیں میرے دل نے دعا دی ہے
میرے بھائی کی شادی ہے
ہمارے بھائی کی شادی ہے

صبا اور عائشہ کا تو مارے خوشی کے برا حال تھا دونوں کے چہروں سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ ماں جی اور زہرہ پھپھو بھی برابر ساتھ دے رہی تھیں۔ مصطفیٰ نے ہنستی مسکراتی شہوار کو دیکھا تو دل میں ایک گہری طمانیت کا احساس جاگا۔

"آج تو ہمارے عباس بھائی کے دل کی وہ کیفیت ہوگی۔" سجاد بھائی نے محبت سے عباس کے گلے میں بانہیں ڈالی۔

گل تر از رنگ چرالائے ہیں گلزاروں میں

سجاد نے تان اڑائی تو سبھی نے ہو ہا کا شور مچاتے خوب رنگ جمایا۔

"سجاد بھائی تو بڑے چھپے رستم ہیں۔" صبا نے بے انتہا خوشی سے کہا۔

جل رہا ہوں بھری برسات کی پھواروں میں

عباس کی طرف سب نے بہت شرارت سے دیکھا تو عباس جھینپ کر رہ گیا۔

"بھئی یاد رکھیں یہ عباس بھائی کی رابعہ بھابی کے لیے دلی پکار ہے۔"

"بلے بھئی بلے۔" مصطفیٰ نے بھی عباس کا کندھا تھپکا۔

"دیکھو بھئی مجھے گانا پورا کرنے دیں اب درمیان میں کوئی نہیں بولے گا ورنہ عباس بھائی ناراض ہو جائیں گے۔" سجاد نے شرارتی نظروں سے عباس کو دیکھتے حاضرین کو کہا۔

"آپ اپنی سریلی آواز میں اپنے فن کو جاری رکھیں بھائی جان۔" عائشہ نے شرارت کی پھر سب ہنسے تھے۔

مجھ سے کترا کر نکل جائے جان حیا

دل کی لو دیکھ رہا ہوں تیرے رخساروں میں

مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مطلوب کرو

میں تو شامل ہوں محبت کے گناہگاروں میں

"اوئے ہوئے۔" عباس بھائی کا خوب ریکارڈ لگا تھا۔ مصطفیٰ نے سجاد کی کمر تھپتھپائی تھی۔

"آپ اتنے زیادہ پر جوش مت ہوں ابھی آپ کی بھی باری ہے۔ سجاد بھائی تو اپنا فن دکھا چکے ہیں۔ اب آپ دکھائیں۔" عائشہ نے مصطفیٰ کو بھی گھسیٹا۔ شہوار نے بھی پر شوق نظروں سے دیکھا۔

"نہ بھئی سجاد بھائی کی طرح میں کوئی سنگر و نگر نہیں ہوں۔"

"لیکن بھائی کی شادی طے ہوئی ہے اسی خوشی میں گانا تو ہوگا۔" سبھی نے کورس میں کہا۔ ماں جی اور زہرہ پھپھو کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

"بھئی مجھے کوئی شاعری واعری نہیں آتی۔"

"چلیں بیگم کو ساتھ ملالیں اس کو تو آتی ہوگی۔" لائبہ نے شرارت سے دونوں کو دیکھا تو شہوار بھی جھینپی۔

"مجھے تو بس ایک ہی غزل آتی ہے قتیل شفائی کی۔" سب کے پر زور اصرار پر شہوار نے کہا تو سب اس کے سر ہو گئے۔

"جو آتا ہے وہی سنا دیں شرط ہے کہ سنانا ضرور ہے۔"

لاکھ پردوں میں رہوں بھید میرے کھولتی ہے

شاعری سچ بولتی ہے

شہوار نے آواز اٹھائی تو سبھی نے بے اختیار تالیاں پیٹ ڈالی تھی۔

"یاد رکھیں مصطفیٰ بھائی پہلی بار آپ کی بیگم صاحبہ یوں برملا سب کے سامنے آپ سے بازبان شاعری اظہار محبت فرما رہی ہیں۔" عائشہ نے تو خوب شرارت کی تھی۔ سبھی ہنس دیے تھے۔ مصطفیٰ کی آنکھوں میں شہوار کے لیے محبتوں کا ایک جہاں آباد ہو گیا تھا۔

"اگر تم لوگ مجھے ایسے تنگ کرو گی تو میں نہیں سناؤں گی۔" اس نے عائشہ کو آنکھیں دکھائی۔

"نہیں بھئی تم جاری رکھو کوئی کچھ نہیں بولے گا۔" سجاد نے حوصلہ افزائی کی۔

تیرا اصرار کہ چاہت کا کبھی اظہار نہ ہو
واقف اس غم سے میرا حلقہ احباب نہ ہو
تو مجھے ضبط کے صحراؤں میں کیوں رہتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے۔

''ارے واقعی مصطفیٰ بھائی نے اتنی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔'' عائشہ کی چونچ بھلا کیسے بند رہ سکتی تھی ایک بار پھر زبردست قہقہے پڑے۔

''خبردار کسی نے میری بیٹی کو ستایا تو۔'' ماں جی نے فوراً شہوار کی طرف داری کی سب نے پھر حوصلہ افزائی کی تو اس نے پھر بولنا شروع کیا۔

شہوار کا بولنے کا انداز بہت اچھا تھا سبھی ایک دم سنجیدہ ہوگئے تھے۔

یہ بھی کیا بات ہے کہ چھپ چھپ کر تجھے پیار کروں

سب کے ہونٹوں پر شریری مسکراہٹ مچلی تھی لیکن سبھی ضبط کر گئے تھے۔

اگر کوئی پوچھ ہی بیٹھے تو میں انکار کروں

''شوہر ہیں تمہارے انکار کیوں کرو گی بھلا؟'' وہ عائشہ ہی کیا جو مان جائے شہوار تو ایک دم سرخ پڑ گی تھی۔

''تم ان کی پروا مت کرو بس بولو۔'' مصطفیٰ نے اسے حوصلہ دلایا تو وہ ہنس دی۔

وقت کی ہر بات کو دنیا کی نظر تولتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے

''در پردہ تم پر چوٹ کی ہے شہوار نے۔'' لائبہ بھابی نے بھی عائشہ پر چوٹ کی تھی جو وہ سر جھٹک کر اڑا گئی تھی۔

میں نے اس فکر میں کاٹیں کئی راتیں کئی دن
میرے شعروں میں تیرا نام نہ آئے لیکن
جب تیری آنکھ میری سانس میں رس گھولتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے

سب کے چہروں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ تھی۔ اس بند پر زبردست تالیاں بجائیں تھیں۔

''یہ سب کچھ آپ کو سنایا جارہا ہے۔'' صبا نے مصطفیٰ کے کان میں سرگوشی کی تھی مصطفیٰ ہنسا تھا۔

بہت عرصے بعد اسے یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا بلکہ شہوار کا یہ پراعتماد انداز، یہ الفاظ یہ خوب صورتی سب کچھ بہت شدت سے اٹریکٹ کررہا تھا۔

تیرے جلوؤں کا اثر تو میرے ایک ایک غزل
تو میرے جسم کا سایہ ہے تو یوں کترا کے نہ چل
پردہ داری تو خود اپنا بھرم کھولتی ہے
شاعری سچ بولتی ہے

زبردست تالیوں نے شہوار کے اس انتخاب پر داد دی تھی۔

''زبردست چوائس۔'' عباس بھائی نے بھی خوب سراہا۔ مصطفیٰ نے بھی دل کھول کر داد دی۔

''بس ثابت ہوا کہ کم بولنے والے جب بولتے ہیں تو خوب بولتے ہیں۔'' سجاد نے بھی سراہا لائبہ نے شہوار کی کمر تھپکی عائشہ اور صبا نے شرارتی نظروں سے دیکھا تھا۔

''اب مصطفیٰ بھائی کی باری ہے جھوٹ نہیں، کچھ بھی سنائیں کوئی سونگ نہ سہی اپنی بیگم کی طرح زبان شاعری ہی دل کا احوال کہہ دیں لیکن سنانا ضرور ہے۔'' عائشہ نے اعلان کیا اور مصطفیٰ سوچنے لگا۔

"اک بار کہو تم میری ہو" مصطفیٰ نے کہا تو سبھی نے خوب ہلا مچایا۔
"یہ مصطفیٰ بھائی ہی ہیں نا۔" عائشہ نے آنکھیں پٹپٹائی۔

کوئی ساجن ہو، کوئی پیارا ہو
کوئی دیپک ہو، کوئی تارا ہو
جب جیون رات اندھیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

مصطفیٰ کی نگاہیں شہوار کی طرف اٹھی اور پھر اس کے سرخیاں چھلکاتے رخ زیبا پر جیسے ثبت سی ہوگئی تھی۔اور شہوار کی نگاہیں بار حیا سے جھک گئی تھیں۔ سب کی دبی دبی ہنسی لیکن جیسے مصطفیٰ کو کوئی پرواہی نہ تھی۔

جب ساون بادل چھائے ہوں
جب بھاگن پھول کھلائے ہوں
جب چندا روپ لٹاتا ہو
جب سورج روپ نہاتا ہو
یا شام نے بستی گھیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

"زبردست یار تم نے تو کمال کردیا، محفل ہی لوٹ لی۔" عباس بھائی نے ایک دم داد دیتے ہوئے کہا اور مصطفیٰ نے بڑے اسٹائل میں کورنش بجالاتے تسلیمات کہا۔

ہاں دل کا دامن پھیلا ہے
کیوں گوری کا دل میلا ہے
ہم کب تک پیت کے دھوکے میں
تم کب تک دور جھروکے میں
کب دید سے دل کو سیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

لفظوں کا انتخاب اور لب ولہجہ سب کچھ اس قدر دلنشیں تھا کہ شہوار خود مبہوت ہوئے دیکھے گئی تھی۔

کیا جھگڑا سود خسارے کا
یہ کاج نہیں بنجارے کا
سب سونا روپا لے جائے
سب دنیا دنیا لے جائے
تم ایک مجھے بہتیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

خوب صورت آواز میں مصطفیٰ نے اختتام کیا تھا۔ سبھی نے دل کھول کر داد دی تھی۔
"جی اوئے میرے بھائی تم نے تو دل ہی لوٹ لیا۔" سجاد بھائی کون سا کم تھے اپنے انداز میں داد دی تھی۔
سبھی خوش تھے پر جوش تھے۔ دل میں محبتوں کا سمندر لیے ایک دوسرے کی خوشیوں میں ہنستے مسکراتے چہرے۔ سبھی عباس کو اب فورس کررہے تھے کہ اب وہ کچھ گنگنائے اور عباس مسلسل دامن بچا رہا تھا۔
ماں جی مسکراتی جھلملاتی نگاہوں سے سب کو دیکھتے دل ہی دل میں اپنی خوشیوں کے دائمی ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔

❀......❀......❀

دونوں اپنے اپنے ایگزیمز کی تیاریوں میں لگ گئی تھیں جبکہ گھر والے شادی کی تیاریوں میں تھے انا مضمحل افسردہ اور سب کچھ ہوتے دیکھ رہی تھی۔ انا بڑی مشکل سے خود کو مجتمع کرتے سارا فوکس بکس کی طرف کرنے میں کامیاب ہوئی تھی اور دلجمعی سے تیاری کر رہی تھی۔ اکثر شہوار آ جاتی تھی تو دونوں مل کر تیاری کرتی تھیں۔ یا پھر انا اس کی طرف چلی جاتی تھی۔ اس دوران کیا کچھ ہوا تھا قطعی بے خبر تھیں۔ آنے والے دنوں میں بس شہوار کے ذریعے انا کو اتنا علم ہوا تھا کہ مصطفیٰ نے بابا صاحب سے ولید کے سلسلے میں کوئی بات کی تھی اور اس کے بعد بابا صاحب نے اپنی بیٹی، انا کے والدین اور ولید کو بلوایا تھا کافی دیر بحث ہوتی رہی تھی اور اس کے بعد فیصلہ کیا ہوا تھا کسی کو کوئی خبر نہ تھی نتیجتاً انا کی طرف تیاریوں کا سلسلہ رک گیا تھا۔

دونوں پرسکون انداز میں اپنے پیپرز دے رہی تھیں۔ اس دوران انا کو معلوم ہوا کہ کاشفہ اب پہلے سے بہتر تھی عادلہ اسے ڈسچارج کروا کر اپنے گھر لے جا چکی تھی مزید کیا ہوا تھا علم نہ تھا۔ وہ دونوں تو بس کتابوں، جرنلز، نوٹس میں ہی سر کھپائے ہوئے تھیں۔ دن رات کی محنت رنگ لائی تھی۔ دونوں کے ایگزیمز بہت اچھے ہوئے تھے۔ اس دن شہوار انا کے ساتھ ہی گھر آ گئی تھی آج کل وہ ایک دوسرے کے گھر آ جاتی تھیں اور پھر بعد میں ڈرائیور پک کر لیتا تھا۔ دونوں بہت ریلیکس ہو کر لوٹی تھیں روشی نے ان کو مزیدار سی چائے پلائی تھی۔

''اب شادی کی تیاریوں میں جت جاؤ تم دونوں کی وجہ سے ابھی کچھ بھی نہیں کر پائے ہم۔'' روشی نے خوش دلی سے کہا تو انا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ شہوار نے اسے دیکھا اور ایک گہرا سانس لیا۔

''رات پھپو کی کال آئی تھی بتا رہی تھیں حماد بھی اسی ہفتے میں واپس لوٹ رہا ہے۔'' اس نئی خبر پر انا کے چہرے کا رنگ مزید زرد ہوا۔

''میں نے احسن سے کہہ دیا ہے کہ آج رات وہ ہمیں ڈنر کرائیں گے تم مصطفیٰ بھائی کو بھی کہہ دو وہ آج رات فری رہیں۔'' روشی نے الٹیمیٹ دیا تھا تو شہوار نے سر ہلایا۔

باقی وقت اچھا گزرا تھا رات کو سبھی ڈنر کے لیے تیار ہو گئے تھے بڑے نہیں جا رہے تھے بس روشی احسن، انا ولید اور شہوار تھے مصطفیٰ کو آفس سے ہی سیدھا ہوٹل پہنچنا تھا۔ وہ پانچوں ایک ہی گاڑی میں گھر سے نکلے تھے۔ تینوں خواتین پیچھے تھیں ولید گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور احسن فرنٹ سیٹ پر تھا۔

''قسم ہے جتنے دنوں انا کے ایگزامز رہے تھے روشی میڈم نے گھر پر کرفیو لگا رکھا تھا اب اللہ اللہ کر کے خیر سے چھوٹے ہیں ہم۔'' احسن نے بیوی کو چھیڑا۔

''تو اور کیا کرتی پہلے آپ نے اسے ہولا کر رکھا ہوا ہے اتنا سامنہ نکل آیا ہے۔ انکل کا غصہ کم تھا کیا جو باقی سب بھی ہاتھ میں لٹھ لیے اس کے پیچھے پڑ گئے تھے کم از کم اسے سکون سے ایگزیمز تو دینے دیتے۔'' روشی نے بھنا کر کہا تو شہوار ہنس دی۔ ویسے بھی روشی کو سارا غصہ ولید پر تھا جواب بھی لاتعلق سا بنا ہوا تھا جبکہ انا خاموش تھی۔

وہ لوگ ڈنر ہال میں جلدی پہنچ گئے تھے کچھ دیر بعد مصطفیٰ نے بھی ان کو جوائن کر لیا تھا۔ بہت خوش گپیوں میں انہوں نے کھانا کھایا تھا۔ انا زیادہ تر خاموش تھی اور ولید کا انداز انا کے علاوہ باقی سب کے ساتھ بہت خوش گوار تھا اور انا کو یہ بات بہت تکلیف دے رہی تھی وہ اس کی طرف اب تو نگاہ بھی نہ ڈالتا تھا۔

''اب کیا ارادے ہیں بھئی۔'' مصطفیٰ نے بیگم کو دیکھا جو اتنے دنوں سے کبھی ادھر اور کبھی ادھر گھوم رہی تھی اور گھر میں بھی جو وقت ہوتا تھا بس کتابوں میں گم رہتی تھی مصطفیٰ بھی اس سے بات کرنے کو جیسے ترس گیا تھا۔

''کل آپ کے ساتھ گھر چلی جاؤں گی آج ادھر ہی رکوں گی۔'' انا بھی یہی چاہتی تھی شہوار نے کہہ دیا تو مصطفیٰ نے گھورا۔

''تمہیں مجھ پر ترس نہیں آ رہا۔'' آواز دھیمی تھی۔

''ایک رات کی ہی تو بات ہے مصطفیٰ بھائی رکنے دیں نا۔'' انا نے بھی سفارش کی مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''چلو دیکھ لیتے ہیں ایک رات اور سہی۔'' مصطفیٰ نے سرد آہ بھری تو شہوار ہنس دی۔

''تم بھی آج ہماری طرف ہی چلو کافی دن ہو گئے ہیں اکٹھے بیٹھے ہوئے۔'' ولید نے کہا تو مصطفیٰ نے کچھ سوچا اور پھر سر ہلا

دیا۔ وہ لوگ کافی دیر تک باہر رہے تھے۔ ایک عرصے بعد شہوار بہت کھل کر ہر چیز سے لطف اندوز ہورہی تھی۔ انجوائے کررہی تھی ورنہ جب بھی باہر نکلتی تھی ایاز کا ہیولا ہر وقت آسیب کی طرح سر پر مسلط رہتا تھا۔

''عباس بھائی کی شادی کی تیاریاں بہت زور و شور سے ہورہی ہیں گھر میں صبا اور عائشہ ہر وقت متحرک رہتی ہیں ہر وقت رونق سی لگی رہتی ہے۔'' روشی کے پوچھنے پر کہ شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچی ہیں شہوار تفصیل سے بتارہی تھی اور انا کا دل سرد خانے میں مقید ہوتا جارہا تھا۔ کاش وہ کسی سے کہہ سکتی کہ اس کے دل کی کیا کیفیت تھی۔

ولید نے تو اب پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور وقار صاحب نجانے وہ اس کے ایگزیمز کو لے کر اس کے ساتھ نرم ہوئے تھے مصطفیٰ کے بابا صاحب سے ملنے کے بعد سے وہ اس سے اب سرد مہری سے پیش نہیں آئے تھے۔ نجانے بابا صاحب نے ان سے کیا کہا تھا۔ شہوار کو علم نہ تھا اور روشی سے وہ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ وہ عجیب سی کیفیت میں تھی۔

وہ لوگ گھر آچکے تھے مصطفیٰ ولید اور احسن ولید کے کمرے میں براجمان تھے۔ بڑے لوگ سو چکے تھے وہ تینوں لاؤنج میں خوش گپیوں میں لگی ہوئی تھیں روشی اور شہوار کی اپنی باتیں تھیں اور انا وہ محض ان کو سنتی رہی تھی۔

''لائبہ بھابی تو آفاق کے ساتھ ساتھ چھوٹے کے ساتھ بزی رہتی ہیں صبا اور عائشہ وارن کرچکی ہیں کہ ایگزیمز کے بعد ان کے ساتھ مل کر شادی کی تیاریاں دیکھنی ہیں۔''

''ہاں پھپھو بھی کہہ رہی تھیں کہ جو کافی کام ہیں جو دیکھنے والے ہیں میری تو طبیعت ایسی ہے کہ میں بھاگ دوڑ نہیں کرسکتی پھپھو خود ہی دیکھ رہی ہیں سب کچھ۔'' دونوں بس یہی باتیں کررہی تھیں انا کا دل ایک دم بھر آیا تو وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رودی۔

''ارے..... ارے کیا ہوا؟'' روشی پریشان ہوئی۔

''تم لوگ میرے سامنے اس قسم کا ذکر مت کیا کرو۔'' روشی نے شہوار کو دیکھ کر گہرا سانس لیا۔ انا روتی رہی اور پھر چہرہ صاف کرکے اس نے دونوں کو دیکھا دونوں سنجیدہ تھیں۔

''کیا یہ شادی رک نہیں سکتی۔'' اس کے لہجے میں آس و امید تھی۔

''عباس بھائی کی شادی۔'' روشی نے جیسے بھولپن کی حد کردی تھی۔ انا نے خفگی سے دیکھا تو اس نے ہاتھ تھاما۔

''ہم بھلا کیا کرسکتے ہیں انکل کا بس ایک ہی موقف ہے وہ زبان دے چکے ہیں اور اپنی زبان سے نہیں ہٹ سکتے۔ دوسری طرف مصطفیٰ کی پھپھو ہیں وہ بھی اتنی اچھی لڑکی ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتی ویسے بھی ولید بھائی تو اب تمہارا نام بھی نہیں سننا چاہتے۔'' روشی کی صاف گوئی نے انا کے وجود میں جیسے نشتر اتار دیے تھے۔

''میں شرمندہ ہوں سب سے معافی مانگ چکی ہوں بابا، ماما، احسن بھائی، ماموں جان سب سے اب تو سب کو اصل حقیقت کا پتا بھی چل چکا ہے اب بھی مجھے ہی سب قصوروار سمجھتے ہیں کیا؟'' وہ بہت مایوس ہوئی تھی۔ دونوں خاموش رہی تھیں انا خود ہی اپنے آنسو صاف کرتے تیزی سے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

''ویسے انا کے ساتھ بہت زیادتی ہورہی ہے ولید بھائی سے بات کروں گی ایسے نہیں ہونا چاہیے۔'' شہوار نے دکھ سے کہا جبکہ روشی خاموش رہی۔

کچھ دیر بعد روشی نے گیسٹ روم کو شہوار لوگوں کے لیے کھول دیا تھا مصطفیٰ بھی تھکا ہوا تھا وہ کمرے میں آتے ہی لیٹ گیا۔

''میں آتی ہوں آپ ویٹ کریں ذرا۔'' شہوار کمرے میں سے جانے لگی تو مصطفیٰ نے تعجب سے دیکھا۔

''اب کدھر کی تیاری ہے۔''

''ولی بھائی سے بات کرنی ہے بس ابھی آتی ہوں۔'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل آئی جبکہ پیچھے مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ ولید کے کمرے میں آئی تو وہ بھی بستر پر لیٹ چکا تھا اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔

''آپ سونے لگے تھے۔'' اس نے محض سر ہلایا تھا۔ شہوار مسکراتی ہوئی ولید کے پاس آبیٹھی۔

''ایک بات کہنی تھی آپ سے۔'' ولید نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"آپ کی بابا صاحب سے کیا بات ہوئی تھی؟"
"کیوں؟"
"مجھے کوئی کچھ بھی نہیں بتاتا جس سے پوچھتی ہوں ٹال جاتا ہے دیکھیں مجھے صاف صاف بتائیں آپ سب کیا کرنا چاہتے ہیں۔"
"کچھ نہیں کرنا چاہ رہے ہم لوگ۔" شہوار نے سنجیدگی سے بھائی کو دیکھا۔
"انا بہت ڈسٹرب ہے اس کا اتنا بڑا جرم تو نہیں کہ آپ انا کا مسئلہ بنالیں۔ پلیز آپ اسے معاف کردیں۔"
"ڈونٹ وری میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔"
"تو پھر آپ انا سے شادی کرلیں نا پلیز میری خاطر۔" وہ انا اور بھائی دونوں کی محبت میں مجبور تھی ولید نے گھورا۔
"شادی کوئی بچوں کا کھیل نہیں تمہاری دوست نے انگوٹھی اٹھا کر میرے منہ پر ماردی اور اب اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوکر معافی مانگ لی اور سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مصطفیٰ کی پھپھو کی بھی خاندان میں ایک عزت ہے اور ادھر انکل بھی اپنی زبان کے پابند ہیں جو جیسا ہورہا ہے ہونے دو بجائے اس کے اپنی دوست کی جذباتیت کو دیکھتے تم مجھے آکر سمجھاؤ بلکہ جاکر اسے سمجھاؤ کہ جو ہورہا ہے ہونے دے۔"
"آپ کو ذرا دکھ نہیں ہورہا۔" اس نے بہت دکھ سے پوچھا۔
"دکھ کیسا؟" ولید سنجیدہ ہوا۔
"کیا آپ کے دل میں کبھی بھی انا کے لیے کوئی احساس پیدا نہ ہوا تھا۔"
"بے وقوف لوگوں کی خاطر میں دل کے عارضے پالنے کا قائل نہیں ہوں میں پریکٹیکل بندہ ہوں میرے پاس ان فالتو کاموں کے لیے کوئی وقت نہیں۔" سنجیدہ انداز تھا۔
شہوار نے بہت دکھ سے ولید کو دیکھا اور پھر بغیر کچھ کہے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ولید نے اسے نہیں روکا تھا۔ وہ کمرے سے نکلی تو بہت افسردگی سے مسکراتے بستر پر آبیٹھی تھی۔
"یہ چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔" مصطفیٰ نے فوراً نوٹ کیا۔
"مجھے ولید بھائی سے ایسی سنگ دلی کی امید نہ تھی۔" وہ بہت دکھی ہوئی۔
"میں اتنی محبت سے ان کے پاس گئی تھی اس مان کے ساتھ کہ وہ میری بات نہیں ٹالیں گے لیکن انہوں نے تو مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی اتنے عرصہ بعد مجھے ایک بھائی جیسا مان ملا ہے اتنے ارمان تھے میرے دل میں لیکن وہ تو اتنے روڈ اور سنجیدہ ہورہے ہیں کہ میرا دل ہی ٹوٹ گیا۔" بات کرتے کرتے اس نے آخر میں باقاعدہ رونا شروع کردیا اور مصطفیٰ نے سنجیدگی سے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دیکھنا شروع کردیا۔
"کیا ہوا ہے آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔" آنسو صاف کرتے اس نے مصطفیٰ کا انداز دیکھا تو پوچھا انداز شکایتی تھا۔
"سوچ رہا ہوں تم دونوں دوستیں بہت ہی بے وقوف ہو۔" شہوار کے چہرے پر بے وقوف کہنے پر ایک دم سرخی چھائی۔
"ولید انا کے ساتھ جو کررہا ہے بالکل ٹھیک کررہا ہے انا کی شادی جہاں ہورہی ہے چپ چاپ ہونے دو خوامخواہ روڑے اٹکانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" ڈانٹنے والا قطعی انداز تھا۔
"آپ ولید بھائی کا ساتھ مت دیں وہ غلط کررہے ہیں انا ولید بھائی کی ہی دلہن بنتی کتنی خواہش تھی میری۔"
"سونے کا ارادہ ہے یا ساری رات اپنی دوست کا غم منانا ہے۔" مصطفیٰ نے لیٹتے ہوئے اس پر چوٹ کی۔
وہ کلس کررہ گئی اور غصے کے اظہار کے طور پر اپنا تکیہ اٹھا کر بالکل کنارے رکھ کر مصطفیٰ کی طرف سے کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے دیکھا تو مسکرادیا۔
"اس طرح مجھ سے دور لیٹ کر نیند آجائے گی۔" اسے چھیڑا۔
"میری نیند کسی کی پابند نہیں۔" اس نے غصے سے کہا۔

عائشہ رحمٰن عاشی

نام تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں' پیار سے کچھ لوگ عاش' اور کچھ عاشی اور میری نانی اماں عاشو کہتی ہیں' بہر حال مجھے عاشی اچھا لگتا ہے 26 اپریل 1996 کو اس اندھیری دنیا میں سائباں بن کر آئی "آہم" اسٹار کا کوئی پتہ نہیں' میری کاسٹ عباسی ہے اور آنچل سے دوستی پانچ سال پرانی ہے ہم چھ بہن بھائی ہیں' پہلے بھیا اویس رحمٰن عباسی پھر مہارانی صاحبہ خود' پھر آمنہ رحمٰن' پھر حارث رحمٰن عباسی' پھر خولہ رحمٰن عباسی اور آخری میں آئزہ رحمٰن عرف پری۔ اپنی فیملی سے بے حد پیار ہے میری منگنی ہوئی تھی جو دو سال بعد ٹوٹ گئی منگیتر صاحب حسن پرست نکلے خوبی آمنہ سے پوچھا تو جواب آیا ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اور خامیاں بے شمار ہیں ویسے میری نظر میں خوبی یہ ہے کہ دشمن کو بھی معاف کر دیتی ہوں کبھی بدلہ نہیں لیتی معصوم جو ٹھہرے کھانے میں دال چاول اینڈ آلو کی چپس پسند ہیں ڈریسنگ میں فراک' چوڑی دار پاجامہ' لانگ شرٹ اور بڑا سا آنچل پسند ہے۔ ہار سنگھار کا کوئی شوق نہیں۔ جسٹ پیاری سی انگوٹھی اور سادہ چوڑیاں پسند ہیں' گھنٹوں تنہا اور اندھیرے میں بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔ ایف ایم شوق سے سنتی ہوں۔ فرینڈز ایک ہو تو بتاؤں نا' سب بیسٹ فرینڈ ہیں حمیرا' عاصمہ' طیبہ' مصباح' فوزیہ' عشرت' نیلم' صبا' رینا اور سسٹر آمنہ رحمٰن میمونہ ارم آمنہ تاج نمرہ مبارک رابعہ اعوان مہوش' ناظمہ' عاصمہ' ثانیہ' شبنہ' مہوش غفور' ثمن سحر آپی سونیا اقراء' سدرہ اور بھی بے شمار ہیں پھر سب کے نام لکھنا ممکن نہیں۔ فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' نمرہ احمد' عمیرا احمد' سباس گل' فرحت اشتیاق' راحت وفا' فاخرہ گل' راحت جبیں اور عائشہ نور محمد ہیں۔ آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ میرے گھر والوں بالخصوص میرے امی اور پاپا کو صحت کاملہ عطا فرمائیں اور ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر قائم دائم رکھے پاکستان کو آنچل اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے (آمین)

"سوچ لو۔" مصطفیٰ نے ہونٹ دانت تلے دبا کر مسکراتے ہوئے کہا تو شہوار نے پلٹ کر دیکھا۔ مصطفیٰ ہنس رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر شہوار کو بازو کے حصار میں لے لیا۔

"اتنے دنوں تو تم بالکل کتابوں کی قید سے آزاد ہو کر میرے قریب آئی ہو جانتی ہو کتنا زیادہ صبر کیا ہے میں نے۔"

"زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں...... یہ آپ کے گھر میں آپ کا ذاتی کمرہ نہیں ہے۔" وہ اب بھی ناراض ناراض سی تھی۔

"چلو وعدہ اپنا موڈ درست کرو میں ولید سے بات کروں گا۔" مصطفیٰ کو اس کے ناراض ناراض چہرے پر ترس آ گیا تھا۔ شہوار کے چہرے پر ایک دم رونق آ گئی تھی۔

"آپ ان کو سمجھائیے گا...... انا کے لیے قائل کرنا ہے پلیز۔" وہ پھر وہی موضوع شروع کر چکی تھی مصطفیٰ نے مسکرا کر ایک گہرا سانس لیا۔

❁......❁......❁

بابا صاحب اپنے ماہانہ چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کے پاس آئے تھے شاہزیب صاحب ساتھ تھے واپسی پر بابا صاحب نے عباس کے سسرال جانے کی فرمائش کی تو شاہزیب صاحب نے ڈرائیور کو رابعہ کے گھر کی طرف جانے کا کہا۔ بابا صاحب اپنی طبیعت کے سبب نہیں جا سکے تھے سو اب چلے آئے تھے۔ ان لوگوں نے سہیل یا کسی کو بھی اطلاع نہ دی تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی روکی تو شاہزیب صاحب بابا صاحب کو سہارا دیتے رابعہ کے گھر کی طرف چل دیے تھے۔ انہوں نے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی اور چند سیکنڈ بعد دروازہ کھل گیا تھا۔ فیضان صاحب اپنے سامنے موجود شخصیت کو دیکھ کر ساکت رہ گئے تھے۔

"چوہدری حیات علی۔" ان کے لبوں سے نکلا تھا۔ چونکے تو چوہدری حیات علی بھی تھے اور شاہزیب صاحب بھی۔

❁......❁

کاشفہ پر پھر سے جنون طاری تھا وہ بھی گھر سے نکلی تھی وہ کچھ دوستوں سے ملنے گئی تھی لیکن دوستوں کی طرف سے اس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اس نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ وہ گھر لوٹ آئی تھی لیکن عادلہ کی جان مصیبت میں آ چکی تھی۔ نشے کی عادت نے اس کی طبیعت کو بہت بگاڑ دیا تھا۔ اوپر سے اپنی شکل کا بگڑ جانا وہ سارے گھر میں چیختی چلاتی چیزیں توڑتی پھر رہی تھی۔

"میں کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گی میں سب کو قتل کردوں گی میں ولید اور انا کو جان سے ماردوں گی۔" وہ مغلظات بکے جارہی تھی۔
عادلہ حیرت سے گنگ مکافات عمل کا یہ مظاہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل میں عجیب ساخوف بیٹھنے لگا تو اس نے خود کو اپنے کمرے میں بند کرلیا تھا کافی دیر تک سارے گھر میں کاشفہ کے چیخنے چلانے اور چیزیں توڑنے کی آوازیں گونجتی رہی اور پھر ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ عادلہ گم صم اپنے کمرے میں بیٹھی تھی دو تین گھنٹے گزرے تو وہ حالات کا جائزہ لینے کمرے سے نکلی تھی اور کاشفہ کو ہر جگہ دیکھتے نہ پاکر الجھتی ہوئی وہ کچن کی طرف آئی تھی اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور حلق سے بے اختیار چیخیں بلند ہونے لگی تھیں۔
کاشفہ نے اپنا بایاں ہاتھ کاٹ لیا تھا کچن کے فرش پر چاقو گرا ہوا تھا اور سارے فرش پر سرخ خون بہہ رہا تھا۔ عادلہ چیختے چلاتے ہوئے کچن کے دروازے پر گرگئی تھی۔ مکافات عمل کے سلسلے میں لگنے والا یہ زخم سب سے کاری تھا۔

❁......❁......❁

"یہ فیضان صاحب ہیں۔" بیٹھک میں آکر شاہزیب صاحب بابا صاحب اور فیضان صاحب کا تعارف کرا رہے تھے۔
بابا صاحب گم صم سے تھے اور فیضان صاحب نڈھال۔ بابا صاحب کے ماضی سے جھانکتا توانا، مضبوط، چہرہ اب وقت کی گرد میں دب کر کچھ رنگ بدل چکا تھا چہرے پر داڑھی تھی وہ شاید نہ پہچان پاتے جو شاہزیب صاحب تعارف نہ کراتے۔
"فیضان، تم میرے فیضان ہونا۔" بابا صاحب کے لہجے میں یقین تھا۔ شاہزیب صاحب چونکے۔
"شاہزیب یہ فیضان ہے میرا فیضان۔" بابا صاحب بضد تھے جبکہ شاہزیب صاحب ششدر۔ وہ بابا صاحب کو سمجھانا چاہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ عبدالقیوم نے خود اعتراف کیا تھا کہ سکندر کو مار کر نہر میں ڈلا دیا گیا تھا وہ سکندر تو مرچکا تھا جوان کا فیضان تھا لیکن وہ بابا صاحب کو نہ جھٹلا سکے تھے۔
شہوار کے باپ کے آئی ڈی کارڈ میں جو تصویر تھی وہ یقیناً اسی سکندر کی تھی جو اب فیضان کے روپ میں ان کے سامنے تھا اگر چہرے پر داڑھی نہ ہوتی تو وہ فوراً پہچان لیتے لیکن وہ سکندر تو مرچکا تھا اور یہ فیضان کہاں سے آ گیا تھا۔
"بابا صاحب یہ کیسے ممکن ہے۔" وہ پکارے تھے جبکہ بابا صاحب ہر چیز فراموش کیے فیضان کے چہرے پر اپنا لرزتا ہاتھ رکھ کر اس کے قریب ہوئے تھے۔
"میں یہ چہرہ یہ رخسار یہ آنکھیں نہیں بھول سکتا، یہ میرا بیٹا ہے۔" وہ لرزتی آواز میں کہہ رہے تھے اور فیضان صاحب کی آنکھوں میں نمی آ ٹھہری تھی۔ وہ ایک عرصہ سے ان سے موجود ہر رشتے کو جھٹلاتے رہے تھے لیکن آج ان کی بے قراری اور تڑپ دیکھ کر دیکھ پسیجا تھا۔
"تم میرے بیٹے ہونا، میرے فیضان۔" وہ بہت تڑپ کر پوچھ رہے تھے۔
فیضان صاحب کو لگا کہ اگر اب کے انہوں نے انکار کیا تو وہ شاید عمر بھر خود کو معاف نہ کرسکیں۔ ساری عمر انہوں نے اس رشتے کو جھٹلایا تھا انکار کیا تھا لیکن اس بار انکار نہ کر پائے تھے۔ غیر مرئی انداز میں ان کی گردن اثبات میں ہلی تھی۔ بابا صاحب اس حرکت کو دیکھ کر ساکت ہوگئے تھے۔
"ہاں بابا جان میں ہی آپ کا وہ بدبخت فیضان ہوں جس کے ماضی کا ایک نام سکندر بھی تھا۔"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)